

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224902

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد حقوق محفوظ ہیں

ایکٹ ۱۹۱۳ء (مشرقی)

یعنی

قانون وقف علی الاولاد

جیسا کہ انگریزی عدالتوں میں رائج ہے اور جس میں
تمام مسائل شرعی متعلقہ فرقہ اہل تشیع مفضل اور
نہایت عام فہم زبان میں درج کئے گئے ہیں۔

مرتبہ
مولوی محمد اسماعیل حنفی - ایڈووکیٹ - میٹھر
مؤلف مشہور رسالہ "قانون وراثت مسلمانان"

اس کا مطالعہ

تمام صاحب جائداد مسلمانوں، تبادلوں، اور قانون پیشہ اہل کلمے مفید ہو سکے گا

جسے
مولوی محمد اسماعیل حنفی ایڈووکیٹ میٹھر نے

۱۹۱۳ء میں لکھنؤ میں ڈاکٹر راجندر پرنسنگھ سے کس
ایم عبدالحیہ خان منیر چیمبر آف میٹھر سے

شائع کیا

۲۹۶۳۱

۱۲
م - ق

قیمت فی جلد ۸

بار اول ۱۰۰۰ جلد

اور سکتے ہیں۔ ہمیشہ رکھنا اور ہرگز نہ بیگانہ کرنا۔ درجہ اولیٰ سال کیلئے ۵ جلدوں سے کم کاوی۔ بی روایت نہ ہوگا۔

مسلمانان اہل سنت و اجماعت کے لئے - دریا بگوزہ - یعنی

Checked 1965

قانون وراثت

مؤلفہ مولوی محمد امین حنفی (علیگ) ایڈووکیٹ میرٹھ
اس مشکل مضمون پر - اردو میں اس سے بہتر
مختصر مگر مکمل - عام فہم - اور آسان کتاب نہیں ہے

مقتدر اخبارات کی تنقیدات کا خلاصہ :-

- (۱) زمیندار (لاہور) ... اور سب بڑھ کر قابل قدر بات یہ ہے کہ نہایت مشکل اور غیر الفہم معاملات کو سادہ - سلیس - اور مختصر عبارت میں اس عمدہ طریقہ پر بیان کر دیا ہے کہ ہر پڑھا لکھا اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے...
- (۲) آنہ ادھند (مداس) ... اردو لٹریچر میں ایک نایاب اضافہ اور اپنے طرز میں لاثانی ہے - قانون وراثت کے متعلق اردو میں بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں - اور جتنی کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں - ان سب میں اس کا درجہ ہمارے خیال میں اول ہے...
- (۳) مسلم آؤٹ لٹک (لاہور) ... فاضل مولف نے مختصر مگر جامع طور پر قانون وراثت کے اصول لکھے ہیں - یہ کتاب اردو علم ادب میں ایک نایاب مفید اضافہ ہے...
- (۴) سیاست (لاہور) ... خاص قابلیت اور محنت سے مرتب فرمایا ہے - قابل مولف نے اسے سلیس اور عام فہم عبارت میں قلمبند کیا ہے - امید ہے کہ یہ کوشش مسلمانوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی ...

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دیباچہ مولف

یوں تو قانونِ اسلام اور اُس کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے لئے بے شمار دینی و دنیوی فوائد مضمّن ہیں۔ لیکن ”قانونِ وقف“ اور خصوصاً اُس کا وہ حصّہ جو اپنے اہلِ خاندان وغیرہ کے لئے جائیداد وقف کرنے کے متعلق ہے۔ نہ صرف قابلِ قدر بلکہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں نے ایک ایسے قانون سے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح کا ضامن تھا۔ بہت کم فائدہ اٹھایا۔ اور اِس عدم توجّہی کی وجہ سے جو کچھ حالت ہوئی اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ (عیانِ راجہ بیان)

ہم مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ دُنیا اور اُس کی تمام کائنات خداوندِ عالم کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہی اُس کا مالک ہے۔ اور جس چیز کو روزِ مرہ کی گفتگو میں ہم اپنی ملکیت کہتے ہیں وہ دراصل ہماری ملکیت نہیں بلکہ وہ خدا کی طرف سے ایک ”عطیہ“ ہے۔ اور ہم اُس کے محافظ ہیں اور جب ہم اپنی جائیداد کو ”وقف“ کرتے ہیں تو اُس چیز کے ”اصل“ (یا مالک) کو اصل مالک (خداوندِ عالم) کی تحویل میں اس نیت کے ساتھ منتقل کر دیتے ہیں کہ اُس کا منافع اُس کی مخلوق کے فائدے کے لئے صرف کیا جائے۔ اور یہی ”وقف“ کی تعریف اور اُس کے معنی ہیں،

پس جب ہم اپنی جائیداد اپنی اولاد- اقربار- یا مساکین وغیرہ یا دیگر مصالح عامہ کے لئے وقف کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اس عقیدہ کو صرف برائے گفتن ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے عمل سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ صحیح ہے،

اس کا دینی پہلو بھی نہایت روشن ہے۔ یعنی وقف ہو جانے کے بعد جائیداد ناقابل انتقال اور بربادی سے محفوظ ہو جاتی ہے،

ہر قسم کا وقف کرنا کارِ ثواب ہے۔ لیکن اپنی اولاد- اہل خاندان- اور اقربا کے لئے وقف کرنا تمام دیگر اوقاف سے افضل تر اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ کیونکہ ہر ذمی حیثیت مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے ان لوگوں کی پرورش کا کفیل ہو جن کی پرورش اس کے ذمہ ہے۔ تاکہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچے رہیں،

اول تو مسلمانوں نے ہی اس طرف بہت کم توجہ کی۔ اور جو تھوڑی بہت توجہ کی تو انگلستان کی شاہی عدالت (پریوی کونسل) نے ۱۸۹۲ء میں اس قسم کے اوقاف کے جواز کو تقریباً کا اعدام کر دیا۔ چونکہ شاہی عدالت کے فیصلہ کی پابندی ہندوستان کی ہر عدالت پر فرض ہے۔ اس لئے نظیر مذکور کے اثر کو زائل کرنے کے لئے قانون کی ضرورت ناگزیر ہو گئی۔ چنانچہ قانون موسومہ ”قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء“ (جو عرف عام میں ”قانون وقف علی الاولاد“ کے نام سے مشہور ہے) فخر قوم و ملک مسٹر محمد علی جناح صاحب کی اُن تھک کوششوں سے پاس ہو کر، راج ۱۹۱۳ء سے نافذ ہو گیا۔ اس کی مختصر تاریخ باب اول میں آپ کو ملے گی،

مسلمانان ہند تباہی کے عمیق غار کے کنارے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اور خفیف سی حرکت در کا ہے کہ جو ان کو اس غار کے اندر اس طرح دھکیل دے کہ ان کی ہڈیوں کا سترغ

بھی ملنا مشکل ہو جائے۔ پس بصد ادب التماس ہے کہ خدارا خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر جو کچھ باقی ہے اُس کو بربادی سے بچا لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں،

جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ مسلمانوں کے قانونِ وقفِ علی الاولاد کے مقابلہ کا کسی دوسرے مذہب میں کوئی قانون نہیں ہے۔ ہندو صاحبان کی دھرم شاستر میں صرف ایک مثال ملتی ہے۔ یعنی دھرم شاستر کی رُو سے کسی خاندانی ڈیوتا کے لئے وقف ہو سکتا ہے۔ لیکن اولاد وغیرہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس میں اور اُس میں بڑا آسمان کا فرق ہے۔ ہاں اگر بظاہر تانچ اگر کوئی چیز ملتی جلتی ہے تو وہ خاندانِ مشترک اور جائیدادِ مشترکہ کا قانون ہے۔ جو خوبیاں قانونِ وقف میں ہیں وہ اگرچہ اُس میں نہیں پائی جاتیں۔ لیکن برابر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اُن کی جائیدادیں نہ صرف محفوظ رہیں بلکہ چند گنا بڑھ گئیں۔ برخلاف اس کے ہم نے اپنی نادانی سے اپنے قانون کو ناکارہ سمجھ کر پس پشت ڈال دیا۔ اور نتیجہ جو کچھ ہوا وہ انظر من الشمس ہے،

غیبت ہے کہ اب اس طرف کچھ رجحان ہوتا جاتا ہے۔ راقم کے پاس اکثر خطوط اس قانون کی طلبی میں آتے رہتے ہیں۔ اور بعض اصحابِ مسودہ وغیرہ بھی بغرضِ مشورہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ ایک مختصر اور عام فہم رسالہ لکھ کر عوام الناس کی ضروریات کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش کی جائے،

پس اس رسالہ کی تالیف کا مقصد بجز اس کے کہ لوگوں کو وقف کرنے کی

ترغیب ہو اور قانون سے کچھ واقفیت حاصل ہو جائے۔ اور کچھ نہیں ہے ،
 ناظرین سے استدعا ہے کہ اس کی غلطیوں سے راقم کو مطلع فرما کر شکر گزار می
 کاموقعہ دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس مقصد کی اشاعت فرمائیں ،
 علمائے کرام سے دست بستہ التماس ہے کہ وہ اپنے مواعظ اور خطبات میں
 مسلمانوں کو وقف کرنے کی اہمیت اور ضرورت ذہن نشین فرما کر ان کو اس پر
 عمل کرنے کی ترغیب دیں ،

محمد اسماعیل چنی

(بی۔ اے۔ ایل۔ بی۔ علیگ)

ایڈوکیٹ میرٹھ

فروری ۱۹۳۲ء

قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء

ایکٹ نمبر ۱۹۱۳ء

مجریدہ ۷- پارچ ۱۹۱۳ء

وہ قانون جس کی رو سے مسلمانوں کے اُن حقوق کا اعلان کیا گیا ہے جن کے ذریعہ سے وہ اپنی جائیداد کا انتظام اپنے اہل خاندان- اولاد- اور نسل کے حق میں وقف کرنے سے کر سکتے ہیں،

ہر گاہ اُن اوقاف کے جائز ہونے کے متعلق جو مذہب اسلام کے ماننے والے اشخاص اپنے- اپنے اہل خاندان- اولاد- اور نسل کے حق میں اور بالآخر مساکین کے استفادہ- یا کسی دیگر مذہبی- امور خیر- یا خیراتی مقاصد کے لئے وقف کر چکے ہیں- مشہات پیدا ہو گئے ہیں- اور ہر گاہ ایسے مشہات کا دور کرنا قرین مصلحت ہے- لہذا حسب ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے،

دفعہ ۱- (۱) جائز ہے کہ اس قانون کو قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء کے نام سے موسوم کیا جائے،

(۲) یہ تمام برٹش ہندوستان میں نافذ ہوگا،

دفعہ ۲- اس قانون میں بجز اُس صورت کے کہ کوئی امر عبارت یا مضمون میں

خلاف پایا جائے،

(۱) وقف سے مراد کسی ایسے شخص کا- جو پیر و مذہب اسلام ہو- کسی جائیداد کو

کسی ایسے مقصد کے لئے جو بروئے شرع محمدی مذہبی - صالح - یا خیراتی تسلیم کی جاتی ہو۔ دواماً
فی سبیل اللہ نذر کر دینے کے ہیں،

(۲) حنفی مسلمان اسے مراد ایسے پیر و مذہب اسلام سے ہے جو شرع اسلامی کے فرقہ
حنفیہ کے عقائد و اصول کا پابند ہو،

دفعہ ۳۔ کسی شخص کے لئے۔ جو مذہب اسلام کا پیر و ہو۔ جائز ہو گا کہ وہ کوئی وقت جو
ہر لحاظ سے شرائط قانون اسلام کے مطابق ہو۔ منجملہ دیگر مقاصد کے حسب ذیل مقاصد کے لئے
قائم کرے :-

(الف) کھلیت یا جزاً۔ اپنے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کی پرورش یا گزارہ کے لئے،
ب) نیز۔ اگر وقف کرنے والا حنفی مسلمان ہو۔ تو اپنی زندگی میں خود اپنی پرورش اور
گزارہ کے لئے۔ یا جائیداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضے ادا کرنے کے لئے،
لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد صراحتاً یا کنایتاً مساکین کے لئے،
یا کسی ایسے دوسرے مقصد کے لئے مخصوص کر دیا جائے جو بروئے قانون اسلام مستقل
نوعیت کا مذہبی - صالح - اور خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو،

دفعہ ۴۔ کوئی ایسا وقف محض اس وجہ سے ناجائز متصور نہ ہو گا کہ اس کے ذریعہ
سے جو مفاد مساکین یا دیگر مستقل نوعیت کے مذہبی - صالح - یا خیراتی مقصد کے لئے
مخصوص کیا جائے وہ وقف کرنے والے کے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کے منقطع ہو جانے
کے وقت تک کے لئے ملتوسی کر دیا گیا ہے،

دفعہ ۵۔ اس قانون کا اثر کسی رسم یا رواج پر نہ خواہ وہ مقامی ہو۔ یا مسلمانوں
کے کسی خاص فرقہ یا جماعت میں مرتجح ہو۔ نہیں پڑے گا۔

نوٹ۔ جیسا کہ اس ایکٹ کے طرزِ عبارت سے ظاہر ہے۔ اس ایکٹ کی رو سے کوئی جدید قانون نافذ نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو پرائیویٹ (منجی) اوقاف شرع کی رو سے جائز تھے اور ہیں۔ اور جن کے جوازیں بوجہ نظیر پر یومی کونسل مشتبہ ہو گیا تھا۔ اُن کی تصدیق کے طور پر نظیر مذکور کے اثر کو زائل کرنے کی غرض سے اس قانون کے نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی،

وقف علی الاولاد کے مکمل اور نافذ ہونے کے لئے شرعاً کیا شرائط ضروری ہیں۔ اور اس قسم کے اوقاف کا کیا قانونی اثر ہے۔ یہ مختصر طور سے اس رسالہ میں بیان کیا جائے گا۔ جو گویا اس ایکٹ کی شرح سمجھنی چاہئے،



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اوّل

ابتدائی

۱۔ قانون وقف علی الاولاد کیا چیز ہے
اُس کے نافذ کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

ذیل میں ہم مختصراً اُس مقدمہ کے واقعات درج کرتے ہیں جس کی بنا پر ریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کو۔ جو مسلمانوں کے ذاتی قانون کا متفقہ مسئلہ ہے۔ ناجائز قرار دیا تھا۔ [نظیر ریوی کونسل۔ مطبوعہ۔ انڈین لاپورٹ کلکتہ۔ جلد ۲۲۔ ابو الفتح محمد اسحاق وغیرہ بنام رسامایا۔ صفحہ ۶۱۹۔ ۶۱۸۹۲]

مسیان ابوالحسین محمد عبدالرحمن اور ابو محمد عبدالقادر (برادران حقیقی) فرقہ حنفیہ کے پیرو۔ اور سلٹ (علاقہ بنگال) کے رؤساء تھے۔ دونوں بھائیوں نے بذریعہ وقف نامہ مورخہ ۲۱۔ دسمبر ۱۸۶۱ء اپنی تمام غیر منقولہ جائیداد کو اپنے گزارہ کے لئے اور بعد وفات اپنی اولاد کے لئے نسلاً بعد نسل وقف کر دیا۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ بعد انقطاع نسل اُس کی آمدنی مساکین اور بیوگان سلٹ پر صرف کی جائے گی۔ وقف نامہ کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ (جو نظیر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے) حسب ذیل ہے،

”... ہم اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ... کو مستقل طور سے اپنے پسران اور اولاد اور اپنے خاندان کے افراد کے فائدہ کے لئے نسلاً بعد نسل اور ان کی عدم موجودگی میں

مساکین - فقراء - یتامی اور بیوگان کے لئے وقف کرتے ہیں۔ ہم دونوں بھائی
اس تمام جائیداد کے انتظام اور نگرانی کا بار بطور متولیٰ جب تک زندہ رہیں۔ اپنے ذمہ لیتے
ہیں۔ اور بطور متولیٰ ہم کو تمام اختیارات حاصل ہوں گے۔۔۔“

واضح رہے کہ یہ وقف نامہ بالکل شرعی قانون کے مطابق تھا۔ اور اس میں کوئی غمی
نہ تھی۔ چنانچہ دونوں بھائیوں نے متولیٰانہ طور پر بحق وقف داخل خراج کرا لیا۔ اور عرصہ
تک بطور متولیٰ انتظام کرتے رہے۔ اور تمام کاغذات میں اپنے آپ کو متولیٰ تحریر کرتے رہے،
۱۸۷۷ء میں عبدالرحمن کو مالی مشکلات پیش آئیں۔ اور اس نے ۷ اپریل ۱۸۷۷ء
کو اپنے حصہ کی (رضفی) جائیداد کا دوامی بیٹہ چار ہزار روپہ سالانہ پر اپنے بھائی
عبدالقادر کے حق میں تحریر کر دیا۔ اور عبدالقادر نے قبولیت تحریر کر دی۔ ان دونوں دستاویزات
میں انہوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ ہم نے اپنی ضروریات کی وجہ سے وقف نامہ مورخہ ۱۸ دسمبر
۱۸۶۸ء کو منسوخ کر دیا ہے،

۱۸۸۱ء میں دونوں نے اپنی جائیداد تقسیم کر لی۔ اور تقسیم نامہ میں لکھا کہ چونکہ وقف نامہ
میں الفاظ ”صدقہ“ یا ”خیرات“ تحریر نہیں کئے گئے۔ اس لئے وہ شرع کے مطابق نہیں ہے۔
اس لئے باطل ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں بھائی جائیداد کو وقتاً فوقتاً بند کر رہے رہیں و بیع
منتقل کرتے رہے،

۶۔ پریچ ۱۸۸۷ء کو ابوالفتح محمد اسحاق (پسر عبدالرحمن) نے اپنے اور اپنے نابالغ بھائیوں
کی طرف سے عدالت سب محمی سلٹ میں دعویٰ دائر کیا۔ کہ استقرار اس امر کا فرما دیا جائے کہ
جائیداد وقف ہے۔ اور جس قدر انتقالات بعد میں کئے گئے ہیں وہ کا عدم قرار دے جا کر
مدعیان کو دخل دلایا جائے،

عدالت ججی نے جائداد کو وقف قرار دے کر دعویٰ ڈگری کر دیا۔ لیکن کلکتہ ہائی کورٹ نے ڈگری عدالت ماتحت منسوخ کر دی اور یہ قرار دیا کہ جائداد وقف نہیں ہے۔

[انڈین لار پورٹ۔ کلکتہ۔ جلد ۱۸۔ صفحہ ۳۹۹۔ ۱۸۹۱ء]

اس کا اپیل پر یوی کونسل میں کیا گیا۔ وہاں بھی ہائیکورٹ کا فیصلہ بحال رہا۔ اور وقف ناجائز قرار دیا گیا۔ اور منجملہ دیگر وجوہ کے ناجائز ہونے کی ایک یہ وجہ بھی قرار دی کہ اس کی رُو سے اہل خاندان کو فائدہ پہنچتا ہے اور چونکہ مساکین کا نمبر عرصہ دراز کے بعد آئے گا جو غیر یقینی بھی ہے اس لئے یہ برائے نام وقف ہے۔ اور نیز یہ کہ کسی کا خود اپنی اولاد وغیرہ کے لئے وقف کرنا شرعاً کار خیر میں داخل نہیں ہے۔ دفعہ ۴ قانون وقف علی الاولاد اسی وجہ وضع کی گئی)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ عدالت عالیہ اور پر یوی کونسل کی رائے شرعی قانون وقف کے مطابق نہیں۔ لیکن پر یوی کونسل کی رائے کی پابندی ہندوستان کی ہر عدالت کے لئے لازمی ہے۔ اور جب تک یہ نظیر قائم رہتی۔ اس وقت تک وقف علی الاولاد ناجائز ہی رہتا، پس اس نظیر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کسی قانون کا نافذ ہونا ضروری تھا۔ اس لئے ایکٹ نمبر ۶۱۹۱۳ء نافذ کیا گیا۔ اس قانون کا نفاذ فخر قوم عالی جناب آئر بیل مسٹر محمد علی جناح صاحب کامرہون منت ہے جن کی قابلیت اور ان تھک کوششوں سے یہ ایکٹ پیش ہو کر پاس ہوا۔ آئر بیل صاحب موصوف اور تمام وہ ممبران کونسل جنہوں نے اس کے پاس ہونے میں حصہ لیا۔ قوم کے دلی شکر یہ کے مستحق ہیں۔ درحقیقت مسلمانان ہند آئر بیل صاحب مدوح کے بار احسان سے کبھی سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ مدوح کو اس کی جزا عطا فرمائے۔ آمین (۱۱) اس قانون کے نافذ کرنے کا مقصد مجرب اس کے

اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کے ایک متفقہ شرعی مسئلہ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو گیا تھا اس کو رفع کر دیا جائے،

۲۔ وقف کا آغاز۔ معنی۔ اور اقسام

(۱) وقف کی ابتداء۔ جیسا کہ دیباچہ میں عرض کیا جا چکا ہے۔ ”قانون وقف“ مسلمانوں کے ذاتی قانون یعنی شرع اسلامی کا ایک ہم حصہ ہے۔ یہ خداوند جلّی وعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسلمانوں کی دنیوی فلاح کا ضامن ہے اس کی ابتداء خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی بناء پر حسبِ میل حالات میں ہوئی:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قطعہ ارضی علاقہ خیبر میں حاصل کیا اور آپ رسول خدا (صلعم) کی خدمت مبارک میں یہ مشورہ کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے کہ اس ارضی کو کس کار خیر میں لگایا جائے۔ دریافت کرنے پر آپ نے ارشاد فرمایا ”جاندا کو روک و باندھ دو۔ یعنی وقف کرو“ اور منافع کو بنی نوع انسان پر صرف کرو۔ اور نہ اس کو بیع کیا جائے گا۔ نہ ہبہ۔ اور نہ وہ ورثا پر تقسیم ہوگی اس کے حاصل (منافع یا آمدنی) کو اپنی اولاد۔ اقرباء۔ اور مساکین پر خدا کی راہ میں صرف کرو“ چنانچہ بموجب ارشاد مبارک حضرت عمر نے اس ارضی کو وقف کر دیا۔ اور وقف مذکور سالہا سال تک قائم رہا حتیٰ کہ ارضی ناکار ہو گئی۔ اس کے بعد خود آنحضرت (صلعم) اور حضرت عمرؓ اور خاندان رسالت کے بہت سے افراد اور خلفائے راشدین نے اسی نوعیت کے اوقاف قائم کئے۔ آنحضرت (صلعم) کے ارشاد مبارک کے مطابق اولاد کے لئے وقف کرنا افضل ترین کار خیر ہے۔ اور اس کے بعد اقرباء اور پھر مساکین کا نمبر آتا ہے۔

(۲) وقف کے معنی۔ لفظ ”وقف“ کے لغوی معنی ہیں ”میں نے بازو دیا ریا روک دیا) اور یہ، اؤنٹ اور گھوڑوں وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وقف کے لغوی معنی ہیں۔ روکنا۔ باندھنا۔ تحویل میں رکھنا۔ یعنی جائیداد کے ”اصل“ کو خدا کی تحویل میں دیدینا۔ اور اُس کے ”حاصل“ (منافع) کو امور خیر میں صرف کرنا۔ قانونی معنی کے لئے وقف کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

(۳) اقسام وقف۔ اسلامی قانون میں وقف کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) وقف پہلے امراء (افغانیا) اور پھر مساکین کے لئے،

(ب) وقف جو امراء اور مساکین دونوں کے لئے یکساں ہو،

(ج) وقف محض مساکین وغیرہ کے لئے،

قسم اول میں وہ تمام اوقات شامل ہیں جو اشخاص یا افراد۔ اپنی اولاد۔ اقربا یا نسل وغیرہ کے واسطے کئے جائیں۔ اور ان کے معدوم ہو جانے پر مساکین مستفید ہوں یا اُس کی آمدنی کسی دیگر مستقل نوعیت کے مذہبی۔ یا تصدق خیر پر صرف کی جائے۔ اس وقف کو پرائیویٹ (یعنی نجی وقف) بھی کہہ سکتے ہیں،

قسم دوم ان اوقات سے متعلق ہے جس سے امیر و غریب یکساں طور پر مستفید ہوں۔ جیسے پانی کے ذخیرے۔ ہسپتال۔ سرائیں۔ سدر سے۔ قبرستان اور پل وغیرہ وغیرہ۔

قسم سوم کے اوقات وہ ہیں جو محض مساکین اور محتاجوں کے استفادہ و آرام کے لئے مخصوص ہوں۔ مثلاً لنگر خانے۔ مردوں کو کفن ہتیا کرنا۔ محتاج خانے۔ جزام خانے وغیرہ وغیرہ۔ پہلی قسم کا وقف اس رسالہ کا موضوع ہے۔ اور ہم نے کوشش کی ہے کہ وقف علی لا اولاد

متعلق تمام مسائل معوان خیف ترمیمات کے جو عدالتوں نے کردی ہیں۔ اختصار کے ساتھ اس طرح سے بیان کر دیں کہ ہر خواندہ آدمی اس حصہ قانون کے متعلق واقف ہو سکا۔ ہم ہو چکا ہے۔ پیچیدہ طرز کلام اور قانونی موٹو کلاموں سے حتی الامکان احتراز کیا گیا ہے۔ موٹو کو نہایت سہل ہوگی اگر ناظرین بغور مطالعہ کر لینے کے بعد اپنی قیمتی آرا اور مفید مشوروں سے اس کو مطلع فرمائیں گے۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں ان مشوروں کی رہنمائی سے ضروری ترمیمات کی جاسکیں،

ضروری نوٹ۔ اس رسالہ کی دفعات میں اور نیز نوٹ میں۔ جہاں کہیں کسی خاص فرقہ کا حوالہ نہ ہو۔ اس کو کھن فرقا، حنیفہ کے متعلق سمجھا جائے، ہم نے رسالہ کو مفید تر بنانے کی غرض سے جا بجا اسلام کے دیگر فرقوں۔ مثلاً برادران شیعہ و شافعی وغیرہ کے قانون کے اہم فرق کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ برادران شیعہ کے قانون کے متعلق ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ شرع الاسلام کے حوالہ سے تحریر کیا ہے جو فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

کتاب ہذا کے پہلے ۵ باب قانون وقف علی الاولاد اور نیز دیگر قسم کے اوقاف سے کم و بیش یکساں طور پر متعلق ہیں۔ اور بقیہ باب خصوصیت سے محض قانون وقف علی الاولاد ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دفعات محض بغرض آسانی دیدی گئی ہیں اصل قانون اسلام دفعات پر منقسم نہیں ہے،

۳۔ تعریفات وغیرہ

دفعہ ۱۔ ”وقف“ سے مراد کسی ایسے شخص کا۔ جو پیر و مذہب اسلام ہو کسی جائداد کو۔

کسی ایسی غرض کے لئے۔ جو بروئے شرع محمدی۔ صالح۔ یا خیراتی تسلیم کی جاتی ہو۔ دولاً فی سبیل اللہ نذر کر دینے کے ہیں،

نوٹ۔ یہ تعریف ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء کی ہے۔ اور اب ہی کو وقف کی تعریف سمجھنا چاہئے۔ لیکن ہم اسی کے ساتھ حضرت امام ابو یوسفؒ کی تعریف بھی درج کرتے ہیں کیونکہ فرقہ اہل سنت و الجماعت کے لئے وہ بالاتفاق صحیح تعریف ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ”وقف کسی چیز کو معنوی طور پر خدا کی ملکیت میں اس طرح دیدینے کے ہیں کہ اس کا منافع بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے صرف کیا جاسکے۔ منشاء کے لحاظ سے ان دونوں تعریفات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الفاظ کا فرق ضرور موجود ہے۔

شرائع الاسلام کے مطابق۔ قانون شیعہ میں وقف ایک معاہدہ ہے جس کا اثر اصلی چیز (جائداد) کو روک دینا اور اس کے حاصل (منافع) کو چھوڑ دینے کے ہیں فقہ حنفی کے نزدیک جائداد موقوفہ خدا کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ لیکن شریعہ الاسلام کے مطابق موقوفہ علیہم اس کے مالک ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ وقف میں موقوفہ علیہم اپنی زندگی تک کے لئے جائداد موقوفہ کو منتقل کرنے کے مجاز ہیں۔

دفعہ ۲ حنفی مسلمان“ سے مراد ایسے پیرو مذہب اسلام سے ہے جو شرع اسلام

کے فرقہ حنفیہ کے عقائد و اصول کا پابند ہو،

نوٹ۔ یہ تعریف بھی ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء سے لی گئی ہے۔ ہندوستان میں بلکہ تمام ممالک دنیائیں حنفی مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت مسلمانان اہل سنت و الجماعت کے دیگر فرقوں کے بہت زیادہ ہے۔ مسلمانان اہل سنت و الجماعت کے دوسرے فرقہ یہ ہیں۔ حنبلی۔ شافعی۔ مالکی۔

دفعہ ۳۔ اگر کوئی مالک جائداد یہ اعلان کرنے کے میں نے اس جائداد کو بطور صدقہ

یا خیرات وقف کر دیا ہے تو اس کو ”وقف“ یا ”بابائی وقف“ کہتے ہیں،

دفعہ ۴۔ اگر وقف چند مخصوص افراد یا کسی جماعت کو فائدہ پہنچانے کی غرض

سے کیا جائے تو ان افراد یا جماعت کو موقوفہ علیہ یا موقوفہ علیہم کہتے ہیں۔

دفعہ ۵۔ اگر وقف کا اعلان کسی تحریر کے ذریعہ سے کیا جائے تو اس کو ”وقف نامہ“

کہتے ہیں

دفعہ ۶۔ اگر وقف اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ واقف کی وفات کے بعد

لفظ پذیر ہو۔ تو ایسے وقف کو ”وقف بالوصیت“ کہتے ہیں،

دفعہ ۷۔ جو شخص اغراض وقف کے پورا کرنے اور واقف کی ہدایات کے مطابق

وقف پر عمل درآمد کرنے کے لئے مقرر کیا جائے اس کو ”متولی“ کہتے ہیں،

دفعہ ۸۔ ”مشاع“ کسی جائیداد کے غیر منقسمہ حصہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ۔ مشاع ہمیشہ کسی ایسی جائیداد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس میں دو یا دو

سے زیادہ حصہ دار ہوں۔ اگر کسی جائیداد میں دو مشترکہ حصہ دار ہوں تو جب تک

ان کے حصے تقسیم ہو کر علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں۔ اس جائیداد کو مشاع یعنی غیر منقسمہ ہی

کہیں گے۔ خواہ وہ حصے یا دو جائیداد قابل تقسیم ہو یا ناقابل تقسیم۔ مکان۔ دوکان۔ اراضیا

وغیرہ قابل تقسیم حصوں کی مثالیں ہیں۔ زینہ۔ حمام وغیرہ ناقابل تقسیم حصوں کی مثالیں ہیں۔

دفعہ ۹۔ ”صدقہ“ اگر ہبہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے تو اس کو

صدقہ کہتے ہیں۔ صدقہ کی تمام قانونی خصوصیات مثل ہبہ کے ہیں۔ بجز اس کے کہ صدقہ میں

تین خصوصیات زائد ہوتی ہیں۔ یعنی (۱) حصول ثواب کی نیت (۲) وہ ناقابل نسخہ ہوتا ہے،

(۳) اور اس کا صراحتاً قبول کرنا لازمی نہیں،

نوٹ۔ یہ تو صدقہ کی قانونی تعریف ہے۔ لیکن صدقہ اور وقف میں اس قدر مشابہت

ہے کہ اس کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں یہ خیرات

کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے معنی بہت وسیع ہیں۔ صدقہ کے لغوی معنی

کار خیر کے ہیں۔ قانونی زبان میں اس کے معنی ہیں کوئی چیز خدا کی خوشنودی حاصل کرنے

کی نیت سے کسی کو دیدینا۔ کسی چیز کو تحفہ یا بطور ہدیہ دیدینا عام اصطلاح میں ہبہ

کہلاتا ہے لیکن ہبہ یا ہدیہ میں کوئی دینی غرض یا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت

شامل نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے صدقہ میں یہ نیت شامل ہوتی ہے۔ اگر وقت کی تمام شرائط پوری ہوتی ہوں اور بجائے وقت کے لفظ صدقہ استعمال کیا جائے تو کافی ہوگا۔ صدقہ کا مفہوم حسب ذیل مثالوں سے کچھنی واضح ہو جائے گا،

(۱) کسی کے ساتھ اخلاق اور خندہ پیشانی سے گفتگو کر لینا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے،

(۲) کسی معذور و مجبور شخص کا کام کر دینا بھی صدقہ میں داخل ہے،

(۳) اپنے خاندان کے لئے ذرائع معاش جیسا کر دینا اور ان کو دوسروں کا محتاج ہونے سے مستغنی کر دینا مساکین کو خیرات دینے سے افضل تر ہے،

(۴) جو شخص اپنے اہل خاندان اور اعزاء کو اس نیت سے عطا کرتا ہے کہ اس کو خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔ تو یہ صدقہ ہے، حالانکہ اس لئے محتاجوں کو نہیں بلکہ اپنی کو دیا،

(۵) لحاظ از حرافضل ترین وہ صدقہ ہو جو کوئی اپنے خاندان کو دیتا ہے،

(۶) مساکین کو دینے سے ایک خیرات کا صلہ ملتا ہے۔ لیکن اپنے اقرباء کو دینے سے

دوگنا اجر ملتا ہے،

(۷) خیرات دینا ان لوگوں سے شروع کرو جو تم سے وابستہ ہیں اور تمہاری زیر پرورش ہیں،

(۸) ایک مسلمان آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ

صلعم میرے پاس ایک دینار ہے میں اس کو کس مصروف میں لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس سے

اپنی ضروریات پوری کر۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار اور ہے۔ آپ نے فرمایا

کہ اپنے خاندان والوں کی ضروریات میں اس کو کام میں لا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ یا رسول

لہذا صلعم، ایک اور دینار بھی میرے پاس موجود ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مساکین

میں خیرات کرنے،

الغرض ہر وہ نیک کام جو خدا کی خوشنودی کی غرض سے کیا جائے صدقہ میں داخل ہے۔ ہمارا مقصد

صدقہ کے معنی کی وضاحت کرنا تھا۔ لیکن اسی سلسلہ میں ہم نے بعض اقوال جو خود آنحضرت

صلعم کے ارشادات مبارک پر مبنی ہیں۔ اس جگہ درج کر دینے مناسب سمجھے تاکہ آپ کو وقف

علی الاولاد کی اہمیت معلوم ہو۔ ان اقوال سے۔ جو روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے شریع

ہدایت ہیں یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے اور اپنے اقرباء کے لئے وقف کرنا افضل ترین

صدقہ اور کار خیر ہے،

باب دوم

وقف کے متعلق ابتدائی شرائط

۱۔ کون شخص وقف کر سکتا ہے؟

دفعہ ۱۔ ہر وہ مسلمان جو بالغ اور صحیح العقل اور مالک جائیداد ہو۔ اپنی جائیداد وقف کرنے کا مجاز ہے،

نوٹ۔ شرعاً مسئلہ ہے کہ جو لوگ بہہ کر سکتے ہیں وہی وقف بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ واقف آزاد ہو (غلام نہ ہو) صحیح العقل ہو اور بالغ ہو۔ یعنی اس عمر تک پہنچ چکا ہو جس عمر تک پہنچنے کے بعد یہ قیاس کیا جاسکے کہ وہ اپنے افعال کی نوعیت اور ان کے نتائج کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ غلامی کا تو یہاں کوئی تعلق نہیں۔ اب رہا بلوغت کا مسئلہ۔ شرعاً ہر وہ شخص بالغ سمجھا جاتا ہے جس میں آثار بلوغت ظاہر ہو جائیں۔ اولاً علامات بلوغت ظاہر ہو جانے کے بعد یہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ اس میں اپنے عمر سے پہلے افعال کے سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں اکثر لڑکیاں اوسطاً ۱۴ سال کی عمر کے پہنچنے تک بالغ ہو جاتی ہیں اور لڑکے ۱۸ سال کی عمر سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں اور یہ بہت کچھ آب ہوا اور بچوں کی نشوونما پر منحصر ہے۔ انگریزی قانون کی رو سے شادی۔ مہر اور علقا کے لئے تو شرعاً بالغ ہو جانا کافی مان لیا گیا ہے۔ لیکن وقف کے لئے وہی بالغ مانا جائے گا جس کی عمر انگریزی قانون کے مطابق سن بلوغت کو پہنچ چکی ہو۔ انگریزی قانون (ایکٹ نمبر ۱۸۷۷ء) کے مطابق سن بلوغت کی عمر مرد اور عورت دونوں کے لئے معمولی حالتوں میں ۱۸ سال کی مانی جاتی ہے۔ اور اگر کسی شخص کا عدالت کی جانب سے کوئی دلی (مطابق ایکٹ نمبر ۱۸۹۶ء) مقرر ہو چکا ہو۔ یا کسی کی جائیداد زیر انتظام کورٹ آف وارڈس رہ چکی ہو۔ تو وہ ۲۱ سال کی عمر کے پورے ہو جانے پر بالغ مانا جائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ ولی مقرر کردہ

عدالت آخر وقت تک ولی رہ چکا ہو۔ نہ یہ ضروری ہے کہ کسی کی جائداد آخر زمانہ تک کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام رہی ہو۔ صرف ایک دفعہ خواہ کتنے ہی کم زمانہ کے لئے ہو۔ ایسا ہونا کافی ہے۔ عدالت کی جانب سے ولی مقرر ہونے کے متعلق بھی عوام میں اکثر غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ بروئے قانون نابالغ کے خلاف نالاش دائر کرنے کے وقت نابالغ کے لئے منجانب مدعی کسی ولی کا مقرر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نالاش نابالغ کی جانب سے دائر کی جائے تو نابالغ کا کوئی ہمدرد یا عزیز اُس کا ولی بن کر نالاش دائر کر سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بلوغت کی عمر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ صرف اُس ولی کے مقرر ہو جانے سے بلوغت کی عمر ۲۱ سال تک بڑھ جاتی ہے جو صاحبِ دستہ کسٹنچ بہادر کی عدالت میں زیر ایکٹ نمبر ۱۵۹ اور درخواست دینے سے مقرر ہوا کرتے ہیں، اگر کوئی شخص نابالغی کے زمانہ میں وقف کرنے لیکن بعد بالغ ہونے کے وہ اُس کی تصدیق کرنے اور اُس کو صحیح تسلیم کرنے تو وقف مکمل اور نافذ رہے گا۔ مگر اُس کو اختیار ہے کہ وہ بالغ ہونے پر اُس کو منسوخ کرے۔ مختصر یہ کہ جو شرائط معاہدہ مکمل ہونے کے لئے ضروری ہیں وہی وقف کرنے کے وقت ہونی چاہئیں،

دفعہ ۱۱۔ (۱) اگر وقف کرنے کے وقت وقف مقروض نہ ہو۔ یا اگر مقروض ہو۔ اور علاوہ جائداد موقوفہ کے اُس کے پاس کافی جائداد قرضہ کی ادائیگی کے لئے موجود ہو تو وقف جائز ہوگا اور وقف کے قرضہ اہان جائداد موقوفہ کے خلاف کسی قانونی کارروائی کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ لیکن

(۲) اگر وقف وقف کرنے کے وقت مقروض ہو۔ اور بجز جائداد موقوفہ کے اور کوئی جائداد اُس کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے نہ ہو تو وقف ناجائز ہوگا۔ اور ہر قرض خواہ اُس کو منسوخ کر دینے کا مجاز ہے،

نوٹ۔ اس کے متعلق زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مقروض ہو اور جس کے پاس بجز ایک مکان کے اور کوئی ذریعہ ادائیگی قرضہ کا نہ ہو۔ اور وہ اسی مکان کو

وقف کرے۔ تو اُس کی نیت بجز اس کے اور کچھ نہیں سمجھی جاسکتی کہ وہ قرضہ کو مارنا چاہتا ہے لیکن جنہی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ تلخ قرضہ۔ قرضہ کی ادائیگی کے لئے جائداد وقف کرے،

قانون انتقال جائداد کی دفعہ ۳۵ کا اصول اور مشامنا و قاف پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ دیوالیہ (السنالونٹ) قرار دئے جانے کے بعد کوئی شخص اپنی جائداد وقف نہیں کر سکتا، کیونکہ دیوالیہ جائداد کا مالک ہی نہیں رہتا۔ دیوالیہ کی جائداد قرضخواہان میں تقسیم کرنے کی غرض سے رسیور کے حوالہ کر دی جاتی ہے۔

برادران شیعہ کے اور نیز دیگر فرقوں کے قانون کے مطابق خود وقف اپنے لئے کوئی منافع جائداد موقوفہ سے نہیں لے سکتا یعنی خود موقوف علیہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر وہ بعد وقف کرینے کے مقروض ہو جائے تو جائداد موقوفہ یا اُس کے منافع سے قرضخواہ کوئی تعرض نہیں کر سکتا۔

وقف ۱۲ (۱) اگر کوئی شخص دوران مرض الموت میں اپنی جائداد وقف کرے تو وقف اُس کی جائداد کے صرف یہ حصہ تک جائز اور قابل نفاذ ہوگا۔

(۲) اگر وقف کسی غیر وارث کے حق میں ہے۔ اور صرف یہ جائداد کا ہے۔ تو وہ ہر حالت میں جائز اور قابل نفاذ ہوگا۔ لیکن

(۳) اگر وقف کسی غیر وارث کے حق میں ہے۔ اور واقف کی یہ حصہ جائداد سے زائد کا ہے۔ تو وہ صرف یہ حصہ تک جائز رہے گا۔ یہ حصہ سے زائد اُس وقت جائز ہے گا جب کہ واقف کے وراثہ واقف کی وفات پر زائد حصہ کے لئے رضامندی دیدیں۔ لیکن

(۴) اگر وقف کسی وارث کے حق میں ہے۔ خواہ واقف کی جائداد کے یہ حصہ تک کیا گیا ہو یا زائد۔ تو وہ کسی حصہ کے متعلق بھی جائز نہ ہوگا۔ تا وقتیکہ بقیہ وراثہ واقف کی وفات پر اُس کے متعلق اپنی رضامندی نہ دیدیں۔

تشریح نمبر ۱۲۔ یہ امر کہ واقف کا وارث کون ہے یا کون نہیں ہے واقف کی وفات پر طے ہونا

چاہئے نہ کہ پیشتر۔

تشریح نمبر ۲۔ ”مرض الموت“ وہ مرض ہے جو مریض کے دل میں موت کا اندیشہ پیدا کر دے۔ اور جس میں بالآخر اُس کی موت واقع ہو جائے۔

نوٹ۔ (۱) ”مرض الموت“ کی صراحت پہلے ہی کر دینا مناسب معلوم ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ کسی قدر مشکل ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں تو مرض الموت کے یہ معنی سمجھے جائیں گے کہ جس مرض میں مریض فوت ہو جائے۔ لیکن اس معنی میں اور قانونی معنی میں کسی قدر فرق ہے۔ اور سی مرض کو قانون میں مرض الموت قرار دینے کے لئے چند شرائط ہیں اور وہ مختصراً یہ ہیں۔

”مرض الموت“ کسی ایسے سخت مرض کو کہتے ہیں (۱) جس کی وجہ سے موت کا واقع ہونا اغلب ہو (۲) اور خود مریض کے دل میں بھی اسی مرض سے مرجھانے کا اندیشہ پیدا ہو چکا ہو۔ اور (۳) اصل اسی مرض سے موت واقع بھی ہو جائے۔ اس کا اصلی جزویہ ہے کہ مریض کے دل میں مرجھانے کا اندیشہ پیدا ہو چکا ہو۔ اگر مرض کی نوعیت خطرناک ہے۔ اور ایسے علامات ظاہر ہو چکے ہوں جن سے کسی معمولی سچے رکھنے والے شخص کے دل میں مرجھانے کے قوی امکانات پیدا ہو جاتے ممکن ہوں تو وہ مرض الموت کہا جائے گا بشرطیکہ مریض کا ناقصہ اسی مرض میں ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مرض میں اس قدر طویل زمانہ تک مبتلا رہے کہ وہ مرض اُس کی جسمانی حالت کا معمولی جزو ہو جائے۔ یا مرض اس قدر آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہو کہ بظاہر محسوس بھی نہ ہوتا ہو۔ تو اس نوعیت کا مرض ”مرض الموت“ میں شمار نہ ہوگا۔ خواہ کسی زمانہ میں وہی مرض موت کا باعث ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں مریض کے دل میں موت کے اندیشہ کا پیدا ہونا قرین قیاس نہ ہوگا۔ یا جس وقت بھی مرض خطرناک صورت اختیار کر لے گا اور مریض کے دل میں اندیشہ پیدا ہو جائے گا تو وہ مرض الموت ہو جائے گا۔ الغرض مذکورہ بالا مشہرہ لفظ کا پورا ہونا مرض الموت قرار دینے کے لیے ضروری ہے۔ چونکہ ہر معاملہ کی حالت جدا ہوتی ہے اس لئے محض اصول تحریر کر دیا گیا۔

(۲) یہ طے ہو جانے کے بعد کہ ”مرض الموت“ میں وقف کیا گیا ہے۔ اُس پر بالکل اسی قانون کا اطلاق ہوگا جو وقف باوصیت کے لئے ہے۔ یعنی اگر غیر وارث (خواہ شریعتاً یا ہونے کے حق میں ہے) اور وقف کی نکل جائے تو اس کے لئے حصہ نہ ملے گا۔ اس سے زائد کیلئے

وژنار کی رضامندی نازیمی ہے۔ مگر یہ رضامندی واقف کی وفات پر مہونی چاہئے۔ یہ امر بھی کہ کون وارث ہے۔ واقف کی وفات ہی پر طے ہونا چاہئے۔ اگر واقف وارث کے حق میں ہے۔ خواہ ۱/۲ یا اس سے کم یا زائد۔ تو بہر حال میں وژنار کی رضامندی بعد وفات سوارث ضروری ہے۔ واقف کے وقت کی رضامندی اس وجہ سے بیکار ہوگی کہ وژنار کو مورث کی زندگی میں ترک میں حق ہی نہیں تو رضامندی کیسی ہے

(۳) وژنار کی رضامندی تحریری بھی ہو سکتی ہے اور وہ اپنے طرز عمل سے بھی رضامندی کا اظہار کر سکتے ہیں،

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں وژنار کی رضامندی ضروری ہو اور چند وژنار رضامند ہو جائیں اور بقیہ۔ رضامند نہ ہوں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو وارث رضامند ہو جائے گا بقدر اس کے حصہ کے وقف جائز رہے گا۔ اور البقیہ ناجائز۔ مثلاً

ملا زید کے ایک پسر بکر ہے۔ اور بکر کا پسر عمر ہے۔ زید کی زوجہ حمیدہ بھی موجود ہے۔

زید مرض الموت میں مبتلا ہے۔ اسی دوران میں اس نے اپنی تمام جائداد عمر کے لئے وقف کر دی۔ اس کے بعد بکر مر گیا۔ اور بکر کے بعد زید بھی مر گیا۔ کیا یہ وقف جائز ہے اور کس حد تک؟

دیکھئے۔ وقف کرنے کے وقت زید کا پسر بکر زندہ تھا اور بطور وہی وارث ہوتا لیکن چونکہ بکر زید سے پیشتر مر گیا اس لئے عمر زید کی وفات پر زید کا وارث ہوا۔ وقف کے وقت تو معلوم ہوتا تھا کہ وقف غیر وارث کے حق میں ہے۔ لیکن زید کی وفات پر معلوم ہوا کہ عمر وارث ہے۔ پس چونکہ وقف زائد از ۱/۲ حصہ (یعنی کل جائداد) کا ہے۔ اور وارث کے حق میں ہے۔ اس لئے بقدر حصہ حمیدہ (۱/۲) ناجائز ہے۔ اگر حمیدہ رضامندی دیدے تو ۱/۲ حصہ کا بھی جائز ہو جائے گا۔

مسئلہ احمد نے اپنی کل جائداد کے ۱/۲ حصہ کو مرض الموت کے دوران میں بحق حمیدہ وقف کر دیا۔ حمیدہ غیر وارث ہے،

احمد مر گیا۔ اور اس نے ایک پسر۔ ایک دختر۔ اور ایک بیوہ اپنے وژنار چھوڑے۔ حمیدہ چونکہ

غیر وارث ہے اس لئے وقف بقدر $\frac{1}{4}$ حصہ بلا کسی کی رضا مندی کے جائز ہے۔ بقیہ $\frac{3}{4}$ کے جائز ہونے کے لئے مذکورہ بالا وراثہ کی رضا مندی ضروری ہے۔

فرض کیجئے کہ سترکہ احمد $\frac{2}{4}$ سهام برقرار پایا جن میں سے $\frac{1}{4}$ کے $\frac{1}{4}$ دختر کے (۷) اور بیوہ کے (۳) سهام ہوئے۔ اس $\frac{1}{4}$ سے زائد یعنی $\frac{1}{4}$ کے بھی $\frac{2}{4}$ سهام فرض کر لیجئے۔ اس زائد $\frac{1}{4}$ کے لئے صرف احمد کا پسر رضا مند ہے۔ اس لئے اس زائد $\frac{1}{4}$ حصہ میں سے وقف بقدر $\frac{1}{4}$ سهام جائز ہے گا۔ اور بقدر $\frac{1}{4}$ ناجائز ہو گا۔ کیونکہ دختر اور بیوہ نے رضا مندی نہیں دی اور یہ بطور ترکہ آن کو مل جائے گا۔

واضح رہے کہ متوفی واقف کے فرضہ جات کی ادائیگی اور اخراجات تعمیر و تکفین کے بعد جو جائداد بچتی ہے اسی پر حساب لگایا جاتا ہے،

”مرض الموت“ کے دوران میں کئے ہوئے وقف کے متعلق برادران شیعہ کا قانون یہ ہے کہ اگر واقف کا صاف منشاء پایا جائے کہ وہ قبضہ منتقل کرنے پر آمادہ ہے تو تمام جائداد کے متعلق وقف جائز ہو گا۔ بشرطیکہ وراثہ بھی رضا مند ہو جائیں۔ اور یہ رضا مندی نواہ وقف کرنے کے وقت خواہ بعد میں حاصل کر لی جائے۔ دونوں حالتوں میں رضا مندی درست ہوگی۔ وراثہ رضا مند نہ ہوں تو وقف $\frac{1}{4}$ حصہ جائداد کے متعلق جائز رہے گا۔ وارث اور غیر وارث کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگر وقف محض نکل جائداد کے $\frac{1}{4}$ حصہ ہی کی بابت کیا جائے تو بہر حال جائز ہے،

فرقہ مالکی کے نزدیک وارث کے حق میں مرض الموت کے دوران میں اگر وقف کیا جائے تو باطل ہے۔

مختصر یہ کہ ”مرض الموت“ کے دوران میں کئے ہوئے وقف پر ”وقف بالوصیت“ کی تمام شرائط متعلق ہیں۔ دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ ”مرض الموت“ کے دوران میں تو واقعہ یہ خیال لئے ہوئے وقف کرتا ہے کہ یہ وقف میں اپنی زندگی ہی میں نافذ ہونے کے لئے کر رہا ہوں۔ حالانکہ قانوناً اس پر اطلاق وقف بالوصیت کی شرائط کا ہوتا ہے۔ اور ”وقف بالوصیت“ پہلے ہی سے اس ارادہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ واقف کے مرجع کے بعد نافذ پذیر ہوگا،

۲۔ وقف با الوصیت

دفعہ ۱۳۱۔ اگر وقف اس ہدایت کے ساتھ کیا جائے کہ وہ وقف کی وفات کے بعد

قابل نفاذ ہوگا۔ تو اس کو ”وقف با الوصیت“ کہتے ہیں،

نوٹ۔ دفعہ ۱۲ کے نوٹ میں ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ نتیجہ کے لحاظ سے ”وقف با الوصیت“ اور وہ وقف جو دورانِ مرض الموت میں کیا جائے۔ تقریباً یکساں ہیں۔ دونوں کا فرق بھی ہم نے مذکورہ بالا نوٹ میں تحریر کر دیا۔ اس لئے اس جگہ دہرانا فضول معلوم ہوتا ہے۔ صرف بلحاظ موقعہ دونوں قسم کے وقف مختلف ہیں۔ وقف با الوصیت میں یہ خصوصیت بے شک زیادہ ہے کہ وقف اپنی وفات سے پیشتر جب چاہے اس کو منسوخ کرنے کا مجاز و مختار ہے۔ کیونکہ وقف واقف کی زندگی میں مکمل ہی نہیں ہوتا لیکن معمولی اوقاف مکمل ہو جانے کے بعد کسی حالت میں منسوخ نہیں ہو سکتے۔

”وصیت با الوقف“ یہ مسئلہ محض ادا ان شعبہ کے متعلق ہے۔ یعنی اگر کوئی شیعہ اپنے ورثہ کو یہ ہدایت کرے کہ تم میری وفات کے بعد میری فلاں جائداد کو وقف کر دینا تو اس ہدایت کو ”وقف با الوصیت“ کہیں گے۔ لیکن اس ہدایت کے مطابق جو وقف کیا جائے گا وہ واقف کی طرف سے جائداد تک جائز رہے گا۔ معمولی ”وقف با الوصیت“ اور اس قسم کے وقف میں صرف اس قدر فرق ہے کہ وقف با الوصیت میں تو اس جائداد کا لحاظ کیا جاتا ہے جو وقف کرنے کے وقت واقف کی ملکیت تھی۔ اور اس میں (وصیت با الوقف میں) اس جائداد کا لحاظ کیا جاتا ہے جو واقف کے مرتے کے بعد اس کی سزا کو موجود ہو فرض کیجئے کہ وصیت با الوقف کے وقت وہ صرف ایک لاکھ کی جائداد کا مالک تھا لیکن وفات کے وقت اس نے دو لاکھ کی جائداد اپنی ملکیت چھوڑی۔ تو دو لاکھ مالیتی جائداد میں سے پہلے کے متعلق وقف کیسا جانا چاہئے،

۳۔ وقف قائم کرنے کا طریقہ

دفعہ ۴۳۔ وقف قائم کرنے کے لئے کسی خاص لفظ یا فقرہ کا استعمال کرنا لازمی نہیں۔ بلکہ جن الفاظ یا جس عبارت سے صاف طور پر وقف کرنے کی نیت کا اظہار ہو سکے وہی اعلان وقف کے لئے کافی ہیں۔ لفظ ”وقف“ کا استعمال بھی لازمی نہیں اور اگر لفظ ”وقف“ استعمال کیا جائے تو وہی کافی ہے،

وقف قائم کرنے کے لئے تحریر کا ہونا بھی لازمی نہیں محض زبانی اعلان کرنے سے وقف قائم ہو جاتا ہے۔

نوٹ۔ اوقاف قائم کرنے کے لئے مخصوص الفاظ یا مخصوص عبارت کے ادا کرنے یا تحریر کرنے قانوناً لازمی نہیں ہیں۔ البتہ خواہ زبانی اعلان کیا جائے یا وقف نامہ تحریر کیا جائے مضمون سے وقف کرنے کی نیت کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ البتہ نیت کے اظہار کے لئے کچھ مناسب الفاظ ادا کرنے کی ضرورت بیشک رہتی ہے۔ لہذا جن الفاظ سے یہ ظاہر ہو کہ واقف کی نیت وقف کرنے کی ہے۔ وہی الفاظ اعلان وقف کے لئے کافی سمجھے جائیں گے۔ چونکہ فی زمانہ تمام اوقاف بذریعہ تحریر کیے جاتے ہیں اور بہتر طریقہ بھی یہی ہے۔ اس لئے زبانی اعلان کے لئے زیادہ بحث کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ الغرض اگر تمام مضمون کو یکجا لیتے ہوئے صاف طور سے وقف کرنے کا منشاء ظاہر ہوتا ہو تو کسی مخصوص لفظ یا عبارت کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر الفاظ ”وقف“ ”صدقہ موقوفہ“ وغیرہ استعمال کیے جائیں تو اور کسی عبارت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر مزید صراحت کر دی جائے تو نقصان نہیں۔ محض اعلان وقف کر لینے سے وقف قائم ہو جاتا ہے یا نہیں اس کے متعلق دفعہ ۵۵ میں مفصل بحث کی جائے گی۔ دفعہ ہذا اور دفعہ ۵۵۔

ایک ساتھ پڑھنی چاہئیں،

۴۔ وقف کب مکمل ہو جاتا ہے

دفعہ ۱۱۰۔ (۱) بقول حضرت امام ابو یوسف ۱۰۷۔ وقف کا اعلان ہوتے ہی وہ

مکمل اور نافذ ہو جاتا ہے۔ اور وقف کی ملکیت معدوم ہو جاتی ہے،

(۲) بقول حضرت امام محمد ۱۰۷۔ وقف کے مکمل اور نافذ ہونے کے لئے تین شرائط

کا ہونا لازمی ہے۔ یعنی (الف) اعلان وقف (ب) متولی کا تقرر اور (ج) متولی کو جائیداد موقوفہ پر قابض کر دینا۔

ضروری نوٹ۔ یہ دفعہ قابل توجہ ہے۔ کیونکہ وقف کے مکمل ہونے کے متعلق حنفی مسلمانوں کے دو مشہور فقہاء میں تہوولی اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف ۱۰۷ کے نزدیک تو وقف کے مکمل کرنے کے لئے محض اعلان (یا تحریر وقف نامہ ہی کافی ہے۔ اور اعلان کا قانونی اثر یہ ہوتا ہے کہ جائیداد موقوفہ میں وقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت امام محمد ۱۰۷ کی رائے میں وقف کو مکمل کرنے کے لئے علاوہ اعلان وقف کے متولی کا تقرر اور اس کو قابض کر دینا بھی ضروری ہے۔ ان کی رائے میں ان تینوں شرائط میں سے اگر ایک بھی پوری ہونے سے رہ جائے گی تو وقف قائم نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف ۱۰۷ کی رائے پر متفقہ فتویٰ ہے کہ وہی صحیح ہے۔ چنانچہ تمام اسلامی دینا میں حضرت امام ابو یوسف ۱۰۷ کی رائے پر عمل درآمد ہونا چلا آیا ہے۔ تیسرے ان کی رائے کے صحیح ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی رائے مبارک کے مطابق ہے۔ آپ کے جس ارشاد پر وقف کا مسئلہ منیٰ ہے اس میں کوئی شرط تقرر ولی یا ولی کو قبضہ دینے کے متعلق نہ تھی [دیکھئے باب دوم کا جزو (۲)] دونوں کی آراء کا فرق حسب ذیل مثال سے واضح ہو جائے گا،
 فرض کیجئے کہ محمود نے وقف نامہ تحریر و تکمیل کر دیا۔ اور وقف نامہ میں متولی کو

نامزد کر دیا۔ لیکن متولی کو قبضہ نہیں دیا۔ نہ جائداد موقوفہ کا دو سال تک بحق وقف داخل خراج کرایا۔ اور محمود آمدنی بھی حسب مرضی صرف کرتا رہا۔ یہ وقف حضرت امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک بالکل جائز اور قابل نفاذ ہے۔ اور موقوف علیہم مجاز ہیں کہ نالاش دائر کر کے متولی کو قبضہ درلا دیں اور آمدنی وصول کر لیں۔ بہ الفاظ دیگر بذر لوبہ نالاش وقف کا عمل درآمد کرایا جاسکتا ہے۔ لیکن بقول حضرت امام محمد رحمہ۔ یہ وقف نامکمل اور ناقابل نفاذ ہے۔ کیونکہ اگرچہ اعلان بھی ہو گیا۔ اور متولی بھی نامزد ہو چکا۔ لیکن متولی کو قبضہ نہیں دیا گیا۔ پس اگر وقف پر عمل درآمد کرنے کے لئے کوئی نالاش کی جائے گی تو وہ خارج ہوگی۔

الہ آباد ہائیکورٹ نے بھی حضرت امام محمد رحمہ کی رائے کو صحیح مانتے ہوئے یہ قرار دیدیا ہے کہ اعلان وقف کے علاوہ متولی کا تقرر اور اس کو قبضہ دینا بھی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ [دیکھو۔ انڈین لارپورٹ۔ الہ آباد۔ جلد ۱۵۔ صفحہ ۳۲۱۔ ۱۹۳۳ء۔ و الہ آباد لاجرنل۔ جلد ۲۵۔ صفحہ ۶۹۹۔ محمد شفیع بنام عبدالعزیز وغیرہ ۱۹۲۶ء] گو یا الہ آباد ہائی کورٹ کی جو رائے ۱۹۳۳ء میں تھی وہی اب تک ہے۔ علامہ سید امیر علی صاحب مرحوم و مغفور نے تمام فقہ کی کتابوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ بجز چند اہل بخارا کے۔ تمام دنیائے اسلام میں شمول فرقہ۔ مالکی۔ شافعی و حنبلی حضرت امام ابو یوسف رحمہ کی رائے پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔ اور ان کی ہی رائے صحیح ہے، ہمارے نزدیک جب تک الہ آباد کی نظر قائم ہے۔ صوبہ متحدہ کے باشندوں کو اسی کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ یعنی وقف نامہ تحریر کرنے کے علاوہ متولی کا تقرر اور اس کو قابض کر دینا بھی چاہئے،

اس سلسلہ میں قبضہ کا سوال بھی اہم ہو جاتا ہے۔ قبضہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ واقف کا واقعی قبضہ ہونا ضروری ہے۔ بلکہ جس نوعیت کا قبضہ واقف کا بوقت تحریر وقف نامہ ہو اسی نوعیت کا قبضہ متولی کو دیا جاسکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ مکان وقف کیا گیا جس میں کلا یہ دار آباد ہے۔ وقف کرنے کے بعد کرایہ دار کو یہ نوٹس دیدینا کہ مکان وقف ہو چکا ہے اور تم فلاں متولی کو کرایہ ادا کیا کرو۔ کافی ہے۔ اگر واقف خود ہی متولی ہو تو قبضہ اسی رہے گا۔ لیکن محض قبضہ کی نوعیت بدل جائے گی۔ مثلاً اگر ارضی

زرعی وقف کی گئی ہے اور واقع خود ہی متولی ہو۔ تو وہ ملکیت کے خانہ سے اپنا نام خراج کرا کے متولیانہ طور پر بحق وقف داخل خراج کرائے گا۔ گویا جائداد وقف کی ملکیت تحریر ہوگی اور اس کا نام بطور متولی درج ہوگا۔

علامہ مالکی مسلمانوں کے مسلمانان اہل سنت والجماعت کے تمام فرقے حضرت امام ابو یوسف رحمہ کی رائے کو مانتے ہیں،

مشیمعہ برادران کے قانون کے مطابق وقف کو مکمل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قبضہ یا تو متولی کو دیا جائے۔ یا اگر متولی مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس موقوف علیہ کو جو برائے وقف سب سے پہلے مستفید ہونے کا سہتی ہو۔ گویا قبضہ دینے کے بارے میں مشیمعہ برادران کا قانون حضرت امام محمد رحمہ کی رائے کے مطابق ہے۔

باب سوم

وقف کی قانونی خصوصیات

۱۔ مداومت

وقف ۱۶۔ وقف کے جائز ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے۔ اگر وقف کسی مقررہ یا محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا تو وہ باطل ہوگا،

وقف ۱۷۔ کسی وقف کے متعلق جو صراحتاً کسی مقررہ یا محدود زمانہ تک کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ یہ قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ مضمون سے ایسا منشا ظاہر ہوتا ہو اور کوئی بات اس میں اس کے منافی نہ ہو،

دکتر شریح۔ اس امر کا صراحتاً اظہار کرنا لازمی نہیں ہے کہ وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے

کیا گیا ہے،

دفعہ ۱۸- (۱) اگر کوئی وقف کسی ایسے مقصد کے لئے قائم کیا جائے جو معدوم

(ختم) ہونے والا ہو تو ایسا وقف قابل نفاذ ہوگا اور مقصد مذکور کے معدوم ہو جانے کے بعد اس کی آمدنی حسب منشاء قانون مساکین پر صرف کی جائے گی۔ خواہ اس کی صراحت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ بشرطیکہ ایسا منشاء ظاہر ہوتا ہو (قول حضرت امام ابو یوسف رحمہ)

(۲) اگر کوئی وقف کسی ایسے مقصد کے لئے قائم کیا جائے جو معدوم (ختم) ہو جانے والا

ہو تو وہ ابتدا ہی سے باطل ہوگا۔ (قول حضرت امام محمد رحمہ)

نوٹ۔ ان تینوں دفعات کا منشاء اس قدر ملتا جلتا ہے کہ ان کے متعلق کجائی نوٹ تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تینوں دفعات ایک ہی سلسلہ میں پڑھنی مناسب ہیں۔

وقف کی اہم ترین قانونی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے۔ کسی محدود یا مقررہ زمانہ تک کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ اگر کسی محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا تو دونوں امام صاحبان کے قول کے مطابق باطل ہوگا۔

اگر وقف صراحتاً کسی محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا یعنی اگر اعلان یا عبارت ہی سے یہ امر صاف طور پر ظاہر ہوتا ہو کہ کسی خاص مدت کے بعد وقف ختم ہو جائے گا۔ تو اس ختم کا وقف باطل ہوگا۔ اس پر تمام فقہاء اہل سنت و الجماعت (بجز حضرت ابو ہاشم کلبی) متفق ہیں۔ مثال ذیل سے مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے گا،

(۱) فرض کیجئے زید نے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ”میں اپنے مکان کو اپنی اولاد اور نسل کے لئے ۵۰ سال کے واسطے وقف کرتا ہوں۔ بعد ۵۰ سال کے یہ وقف ختم ہو جائے گا“

(۲) عمر نے ان الفاظ میں اعلان کیا ”میں اپنی فلاں ارضی کو اپنے پسران محمود اور احمد کے لئے صرف اس زمانہ تک کے لئے وقف کرتا ہوں جب تک کہ وہ دونوں زندہ

رہیں۔ اس کے بعد یہ اراضی محمود اور احمد کے ورثاء کو بطور ترکہ مل جائے گی اور وقف ختم ہو جائے گا،

یہ دونوں اوقاف باطل ہیں۔ کیونکہ دونوں میں صاف الفاظ میں تحریر ہے کہ نلاں وقت کے بعد یہ وقف ختم ہو جائیں گے۔ حالانکہ وقف میں صارتہ جاریہ ہونا چاہئے، دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امر کہ وقف ہمیشہ قائم رہے صراحتاً۔ یعنی صاف الفاظ میں تحریر کرنا قانوناً لازمی ہے یا نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہ تحریر کرنا لازمی نہیں۔ بلکہ جو وقف صراحتاً کسی محدود زمانہ تک کے لئے نہ کیا جائے اس کی بابت یہ قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور جس ابتدائی مقصد کے لئے وہ کیا گیا تھا اس کے معدوم ہوجانے پر اس کی آمدنی مطابق منشاء قانون مساکین پر صرف کی جائے گی۔ خواہ اس کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ اور اس طرح وقف ہمیشہ قائم رہے گا،

لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور حضرت امام محمد رحمہ کی یہ رائے ہے کہ نہیں، محض کسی زمانہ تک محدود نہ ہونے سے یہ قیاس نہیں کر لیا جائے گا کہ وہ مستقل طور سے قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نزدیک کوئی ایسا مقصد بھی وقف کے لئے ہونا لازمی ہے جو معدوم ہونے والا نہ ہو۔ یعنی اگر وقف کا ایسا مقصد ہو گا جو کسی نہ کسی زمانہ میں معدوم ہو جائے والا ہو تو وقف باطل ہوگا،

اس کے سمجھنے کے لئے ہم مثال نمبر ۲ مذکورہ بالا ترمیم کے ساتھ یہاں درج کرتے ہیں،

عمر نے یہ الفاظ ادا کئے ”میں اپنی نلاں اراضی کو اپنے پسران محمود اور احمد کے لئے وقف کرتا ہوں“ (بخرا اس کے اور کچھ بیان نہ کیا) حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور حضرت امام محمد کے نزدیک یہ وقف باطل ہے۔ اور وجوہات یہ ہیں کہ (۱) کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ ہمیشہ کے لئے ہے اور (۲) نیز مقصد معدوم ہو جائے والا ہے۔ یعنی محمود اور احمد کی وفات کے بعد مقصد معدوم ہو جائے گا،

حضرت امام ابو یوسف رحمہ کی رائے جائز ہونے کے متعلق وجوہات (۱) کیونکہ محدود زمانہ کے متعلق کوئی صراحت نہیں (۲) محمود اور احمد کی وفات کے بعد مطابق منشاء قانون

آمدنی مساکین میں تقسیم کی جائے گی۔ اگرچہ اس کی صراحت موجود نہیں،
الغرض وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے ہونا چاہئے۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے
نزدیک اس کی صراحت لازمی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صراحت ضروری
نہیں۔ اُن کے نزدیک اگر کسی محدود زمانہ کا الفاظ میں ذکر نہ ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے مان
لیا جائے گا۔ اسی طرح حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کبھی معدوم نہ ہونے والے مقصد
کے لئے وقف ہونا چاہئے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ابتدائی مقصد معدوم
ہو جائے گا تو آمدنی مساکین پر (جو مستقل مقصد ہے) صرف کی جائے گی یا کسی دیگر
مستقل مقصد پر جس کی صراحت کر دی گئی ہو۔ حضرت امام محمد کی رائے میں اگر مقصد ابتدائی
معدوم ہو جائے والا ہو تو یہ لازمی ہے کہ مقصد آخری مستقل نوعیت کا ہو اور اس
کی صراحت کی گئی ہو،

جو مسائل ہم نے دفعات بالا میں تحریر کئے ہیں اُن سب کے متعلق حضرت امام
ابو یوسف رحمہ اللہ کے منفقہ طور سے تمام فقہاء نے (بجز حضرت امام مالک رحمہ اللہ) صحیح مان لی ہے
اور برابر اسی پر عمل ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایکٹ نمبر ۱۹۱۳ء بھی حضرت امام
ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے پر مبنی کیا گیا ہے۔ (دفعہ ۳۔ ایکٹ نمبر ۱۹۱۳ء)
فرقہ مالکی کے قانون کے مطابق محدود زمانہ تک کے لئے بھی وقف
کرنا جائز ہے،

برادران شیعہ کا قانون شرع الاسلام کے مطابق اگر وقف کسی معدوم
ہو جانے والے مقصد کے لئے کیا جائے تو وہ جائز ہوگا۔ اور جب تک اس مقصد کا
وجود ہے گا وقف کی آمدنی اس پر صرف ہوگی۔ اور اس کے معدوم ہو جانے پر جائداد
موقوفہ واقف یا اس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ امور متذکرہ دفعات ۱۶ لغایت ۱۸
کے متعلق شیعہ علمائے کرام میں جزوی اختلافات موجود ہیں لیکن شرع الاسلام
کی رائے جمہور علماء کے موافق ہے۔

۲۔ وقف کے بعد جائداد ناقابل انتقال ہوتی ہے

دفعہ ۱۹۔ ہر ایک وقف مکمل ہو جانے کے بعد ناقابل منسوخی ہو جاتا ہے۔ اور تابع شرائط مندرجہ دفعہ ۲۱۔ واقف۔ متولی۔ یا موقوف علیہ اُس کو بذریعہ بیع۔ رہن یا سہ منتقل نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس کے بعد وہ واقف کے در شمار پر بطور ترکہ تقسیم ہوتی ہے،

نوٹ۔ وقف کب مکمل ہو جاتا ہے، اس کے متعلق دفعہ ۵ معہ نوٹ ملاحظہ فرمائیے۔ وقف مکمل ہوتے ہی جائداد موقوفہ میں واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ معنوی طور پر خداوند عالم کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اور خود وقف۔ متولی یا کسی موقوف علیہ کو اُس کے منتقل کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ صرف بعض مخصوص حالات میں جائداد موقوفہ البتہ منتقل ہو سکتی ہے۔ جس کی صراحت دفعہ ۲۱ میں کی گئی ہے،

دفعہ ۲۰۔ اگر کوئی جائداد موقوفہ خلاف قانون طریقہ سے منتقل کر دی جائے تو ہر وہ شخص جو اُس سے استفادہ حاصل کرنے کا مستحق ہو۔ بذریعہ عدالت اُس کو منسوخ کرانے کا مجاز ہے،

نوٹ۔ منتقل کرنے کے متعلق شرائط مندرجہ دفعہ ۲۱ ملاحظہ کیجئے۔ برادرانِ شیعہ کا قانون متعلقہ انتقال جائداد موقوفہ یہ ہے کہ موقوف علیہم اُس کو اپنی زندگی تک کے لئے منتقل کرنے کے مجاز ہیں یعنی یہ بھی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسے انتقال کا کوئی اثر دوسرے موقوف علیہم پر نہ پڑتا ہو۔ اور بعد والے موقوف علیہم ایسی کسی کارروائی کے پابند نہ ہوں گے۔

۳۔ وقف کی تینج اور جائیداد موقوفہ کی تبدیلی

وقف ۲۔ جائیداد موقوفہ صرف حسب ذیل صورتوں میں منتقل کی جاسکتی ہے :-

(الف) اگر واقف نے وقف کرتے وقت خود اپنے حق میں جائیداد موقوفہ کو منتقل

کرنے کا اختیار محفوظ کر لیا ہو۔

(ب) یا وقف کرنے کے وقت متولی کے لئے منتقل کرنے کا اختیار محفوظ

کر لیا ہو،

(ج) عدالت مجاز کی اجازت سے جائیداد موقوفہ خاص حالات میں منتقل کی جاسکتی ہے

باوجودیکہ وقف نامہ میں منتقل کرنے کی ممانعت موجود ہو،

لیکن شرط یہ ہے کہ جائیداد کو منتقل کرنے کے متعلق واقف کی ہدایات کی سختی سے

پابندی کرنی لازمی ہے،

تشریح :- جائیداد موقوفہ کو بیع کرنے کے بعد دوسری جائیداد خریدی

جائے گی۔ یا تبادلہ کے ذریعہ سے لی جائے گی۔ وہ بھی ان ہی شرائط کے ساتھ

وقف متصور ہوگی جیسی کہ پہلی جائیداد،

نوٹ :- بالعموم کسی واقف یا متولی یا موقوف علیہ جائیداد موقوفہ کے بیع کرنے اور

اسکی بجائے دوسری جائیداد خریدنے یا جائیداد موقوفہ کا کسی دوسری جائیداد خریدنے

یا جائیداد موقوفہ کا کسی دوسری جائیداد سے تبادلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

ہاں اگر وقف کے وقت واقف نے اپنے یا متولی کے لئے ایسا اختیار محفوظ کر لیا

ہو تو جائیداد موقوفہ بوجہ ہدایات منتقل ہو سکتی ہے۔ لیکن ہدایات کی پابندی

سختی کے ساتھ کرنا لازمی ہے۔ اگر اس قسم کا اختیار صرف ایک دفعہ کے لئے

دیا گیا ہو تو ایک ہی دفعہ ایسا کرنا ممکن ہے۔ اگر زیادہ مرتبہ کے لئے ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہو تو زیادہ دفعہ ایسا کرنا ممکن ہے۔ جائداد کو بیع کر کے جو دوسری جائداد خریدی جائے گی وہ مثل بیع شدہ یا تبادلہ شدہ جائداد کے ان ہی شرائط کے ساتھ وقف متصور ہوگی۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ واہت بموجب اختیارات مندرجہ معینا مہ جائداد موقوفہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے صرف میں لے آئے،

عدالت کو البتہ وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اگر عدالت کو معقول و حجاب دکھائی جائیں تو عدالت ہر وقت جائداد موقوفہ کو بیع کر کے دوسری بہتر جائداد خرید لینے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اگر وقف نامہ میں یہ شرط موجود بھی ہو کہ واہت یا کسی کو جائداد کے منتقل کرنے کا حق نہ ہوگا۔ یا جائداد کسی حالت میں بھی قابل انتقال نہ ہوگی۔ تب بھی اگر قیام وقف کے لئے ضروری ہوگا تو عدالت اجازت دے سکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ جائداد موقوفہ سے بالکل آمدنی نہ ہوتی ہو۔ اور وقف کے معدوم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو عدالت اس کو بیع کر کے بہتر جائداد خریدنے کا حکم دے سکتی ہے۔ یا اگر یہ دکھایا جائے کہ جائداد موقوفہ کی موجودہ مالیت کے لحاظ سے آمدنی بہت کم ہے اور اسی قدر مالیت کی دوسری جائداد اگر خریدنی جائے گی تو منافع کی مقدار میں کافی اضافہ ہو جائے گا۔ تو عدالت کو اجازت دینے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ الغرض وقف کی بہبودی اور قیام کے لئے اس قسم کے اختیارات عدالت ہمیشہ کام میں لاسکتی ہے،

مشیعہ برادران جن حالتوں میں جائداد موقوفہ منتقل کرنے کے مجاز ہیں اس کا ذکر دفعہ ۲ میں کر دیا گیا ہے،

باب چہارم

باطل اوقاف

دفعہ ۲۲۔ اگر وقف کے ناقد ہونے کا انحصار کسی واقع کے ظہور پذیر ہونے

یا نہ ہونے پر کیا جائے گا۔ تو وہ وقف باطل ہوگا،

نوٹ۔ اگر گمراہ دوست افریقہ سے واپس آجائے تو میرا فلاں مکان مساکین کے لئے وقف ہوگا، اگر زید اس سے خوش ہو تو میری جائیداد واقع رسم نور وقف ہے، دوست افریقہ سے واپس بھی آجائے۔ اور زید خوش بھی ہو جائے لیکن وقف نہ ہوگا۔ لیکن اس قسم کی مشرطہ کہ اگر میں اس مکان کا مالک ہوں تو یہ محتاجوں کے لئے وقف ہے، وقف کو نافذ کر دے گی بشرطیکہ واقف مکان کا مالک ہو۔

دفعہ ۲۳۔ کوئی وقف جو ابتداً خواہ خود واقف۔ اس کی اولاد یا قریب کے لئے

کیا جائے۔ باطل ہوگا۔ اگر اس کا مفاد۔ مقصد ابتدائی معدوم ہو جانے کے بعد صراحتاً یا کنایتاً۔ مساکین یا کسی ایسے مذہبی۔ خیراتی۔ یا مقصد خیر کے لئے محفوظ رکھا گیا ہو جو مذہباً مستقل نوعیت کا مقصد مانا جاتا ہو،

نوٹ۔ یہ قانون وقف علی الاولاد۔ ایک نمبر ۱۳ء کی دفعہ ۳ کی مشرطہ کے عین مطابق ہے۔ اس دفعہ کے متعلق مفصل بحث تو آگے چل کر (باب ششم میں) ملے گی۔ لیکن چونکہ اس باب میں تمام ایسے وجوہات کا ذکر کرنا ضروری ہے جو کسی وجہ سے باطل یا ناجائز ہوں۔ اس لئے اس موقع پر اس دفعہ کا اضافہ مناسب سمجھا گیا۔ ذیل کی مثال مندرجہ بالا ہر کرنے کے لئے کافی ہوگی،

”میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے لئے تاقیام نسل وقف کرتا ہوں۔ اور نسل منقطع ہو جانے کے بعد جائیداد موقوفہ کی آمدنی مندر کی تعمیر پر صرف کی جائے گی“ یہ وقف باطل ہوگا۔ کیونکہ مندر کی تعمیر مذہب اسلام کی رو سے مذہبی کام نہیں ہے۔

وقف ۲۲۔ اگر کوئی جائیداد وقف کی جائے۔ لیکن جائیداد مذکور کے متعلق ایسی صراحت نہ کی جائے جس سے معلوم ہو سکے کہ کونسی جائیداد وقف کی گئی ہے۔ تو وقف باطل ہوگا،

نوٹ۔ جائیداد موقوفہ کا پتہ صاف ہونا چاہئے تاکہ اس کی شناخت ہو سکے۔ مثلاً مکان وقف کیا جائے تو اس کا حدود اربعہ معہ نام محلہ۔ یا نمبر معہ نام محلہ ہونا چاہئے۔ اگر ارغنی زرعی وقف کی جائے تو اس کا مفصل پتہ ہونا چاہئے۔
حسب ذیل اوقاف باطل ہوں گے۔ کیونکہ صحیح طور سے جائیداد کا پتہ نہیں چل سکتا۔

”میں اپنے میرٹھ والے مکان کو وقف کرتا ہوں“ میرٹھ میں چار مکانات وقف کے ہیں۔ نہ معلوم کس مکان سے مطلب ہے۔
زید نے ان الفاظ میں اعلان وقف کیا میں اپنی کھیوٹ واقع محمود پور محال رستم خاں وقف کرتا ہوں۔ محمود پور۔ محال رستم خاں میں زید ۱۵ کھیوٹوں کا مالک ہے۔ نہ معلوم کونسی کھیوٹ وقف کی گئی ہے،

وقف ۲۵۔ یہ مسئلہ مشتبہ ہے کہ واقف۔ وقف کو کبھی منسوخ کر دینے کا اختیار اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے یا نہیں،

(الف) بقول حضرت امام ابو یوسف رحمہ۔ واقف۔ تاریخ وقف سے تین دن کے اندر رائد

وقف کو منسوخ کر دینے کا حق اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور یہ اختیار تین دن کے اندر ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر منسوخ کرنے کا اختیار تین دن سے زیادہ عرصہ کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔ یا کوئی وقت معین ہی نہ کیا جائے گا۔ تو وقف باطل ہوگا، (ب) بقول حضرت امام محمد رحمہ اللہ۔ اگر واقف۔ منسوخی کا اختیار اپنے لئے محفوظ کرے گا تو وقف ہر حالت میں باطل ہوگا،

تشمیح۔ اگر واقف۔ وقف نامہ میں یہ اختیار محفوظ رکھ لے کہ جائیداد موقوفہ فروخت کرنے کے بعد زرخش واقف کی ذات پر صرف کیا جائے گا۔ تو وقف باطل ہوگا۔

نوٹ۔ یہ دفعہ صرف ان اوقاف سے متعلق ہے جو فوراً نافذ ہو جاتے ہیں۔ وقف بالوصیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وقف بالوصیت کو واقف اپنی زندگی میں جب چاہے منسوخ کرنے کا مجاز ہے۔ خواہ اس نے منسوخ کرنے کا اختیار وقف نامہ میں محفوظ نہ رکھا ہو۔ اگر وہ چاہے تو ایسا اختیار محفوظ رکھ سکتا ہے،

باب پنجم

کون سی جائیداد وقف کی جاسکتی ہے

۱۔ جائیداد غیر منقولہ

وقف ۲۶۔ (۱) ہر قسم کی جائیداد غیر منقولہ وقف کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ

جائیداد مذکور واقف کی ملکیت ہو۔ اور (تابع شرط مندرجہ دفعہ ۱۵) واقف کا

اس پر قبضہ ہو،

(۲) جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اس جائداد منقولہ کا وقف بھی جائز ہے جو جائداد

غیر منقولہ موقوفہ کا لوازمہ ہو،

(۳) اگر کوئی شخص جائداد کا مالک نہ ہو اور اس کو وقف کرنے تو بعد میں واقعی

مالک کے تصدیق کر دینے پر اس کا وقف جائز ہو جائے گا،

نوٹ۔ جائداد واقف کی ملکیت ہونی چاہئے۔ غیر مالک بھی اگر کرے تو ہمیں مالک کے تصدیق و تسلیم کر دینے پر وقف نافذ ہو جائے گا،
قبضہ کے استعلق دفعہ ۱۵ میں مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ اس دفعہ کو معہ نوٹ کے دیکھئے؛

جائداد غیر منقولہ کے ساتھ وہ جائداد منقولہ بھی جائز طور سے وقف کی جاسکتی ہے جو جائداد غیر منقولہ کا جزو اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہو مثلاً زرعی جائداد کے وقف کے ساتھ ہی ہل چلانے والے مویشیوں۔ اور آلات کشا و زری وغیرہ کا وقف ہو سکتا ہے،
جائداد موقوفہ کی صراحت بھی کرنی چاہئے جس سے پتہ چل سکے کہ کونسی جائداد وقف کی گئی ہے۔ ورنہ وقف ہی باطل ہو جائے گا۔ (دفعہ ۲۷)

دفعہ ۲۷۔ محض عمارات کا وقف۔ بلا ارضی تختی کے۔ جائز ہے،

دفعہ ۲۸۔ جائداد غیر منقولہ کا وقف جو رہن یا مکفول ہو۔ یا جو بیس پر ہو۔

رہن یا کفالت و بیس۔ جائز ہے،

۲۔ مشاع کا وقف

دفعہ ۲۹۔ کسی جائداد میں کسی شخص کے غیر منقسم حصہ کو "مشاع" کہتے ہیں۔ خواہ

وہ حصہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ (تفصیل کے لئے دفعہ ۸ معہ نوٹ دیکھئے)

(الف) مشاع کا وقف۔ خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے،

(ب) حضرت امام محمد رحمہ کے نزدیک صرف ایسے مشاع کا وقف جائز ہے جو ناقابل تقسیم ہو،

نوٹ۔ اگر کسی جائداد میں دو یا زیادہ شخص مشترک حصہ دار ہوں۔ تو وہ غیر منقسم حصے مشاع کہلائے جائیں گے تقسیم ہو جانے کے بعد لفظ مشاع کا اطلاق نہ رہے گا بعض حصے قابل تقسیم ہوتے ہیں اور بعض ناقابل تقسیم۔ ناقابل تقسیم سے یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد وہ چیز بیکار ہو جائے یا جو کام اس سے لیا جاتا ہے وہ اس کام کی نہ رہے۔ ناقابل تقسیم مشاع کی مثال یہ ہے کہ جیسے زمین۔ حمام وغیرہ۔ فرض کیجئے ایک زمین دو حصہ داروں کے مکان میں مشترک ہے۔ اگر مکان کی تقسیم ہوئی اور زمین بھی تقسیم ہو تو زمین دونوں میں سے کسی کے کام کا بھی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ وہ ناقابل تقسیم مشاع کہلا جائے گا،

حضرت امام ابو یوسف رحمہ کی رائے پر متفقہ فتویٰ ہے۔

لیکن حضرت امام محمد رحمہ قابل تقسیم مشاع کے وقف کو اس وجہ سے ناجائز بتاتے ہیں کہ ان کے نزدیک وقف بغیر متوفی کے نذر کے اور بلا اس کو قبضہ دئے ہوئے مکمل ہی نہیں ہوتا۔ اور قبضہ اس وقت تک کسی جائداد پر نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ تقسیم ہو کر علیحدہ نہ کر دی جائے۔ گویا ان کے نزدیک جو شرط ہے کہ قبضہ کے متعلق ضروری ہے۔ وہی اس کے لئے بھی ضروری ہے۔ دیکھو دفعہ ۵ معہ نوٹ چونکہ الیاد مایئہ نوٹ نے حضرت امام محمد رحمہ کی رائے کو مانا ہے اس لئے مشاع کے متعلق بھی کم سے کم اس اصول پر ہیں حضرت امام محمد رحمہ کی رائے کی پیروی کرنی پڑے گی (ج) برادران شیعہ کے قانون کے مطابق دونوں قسم کے مشاع کا وقف جائز ہے،

دفعہ ۳۔ کسی جائیداد کے دو مشترک حصہ دار اپنے اپنے غیر منقسم حصوں کو مختلف اغراض کے لئے وقف کرنے کے مجاز ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایک ہی شخص کو متولی مقرر کریں اور اس کو قبضہ دیدیں،

نوٹ۔ اس دفعہ کو بھی تابع دفعہ مذکورہ بالا دفعہ ۵ پڑھنا چاہئے،

۳۔ جائیداد منقولہ کا وقف

دفعہ ۳۔ حسب ذیل اشیاء منقولہ کا وقف (تابع نوٹ مہرہ ذیل) جائز ہے،

(۱) اس جائیداد منقولہ کا جائیداد غیر منقولہ کے وقف کے ساتھ جو غیر منقولہ کا لوازم ہو

(۲) بوجھ اٹھانے والے چوپایوں کا۔

(۳) ہتھیاروں کا،

(۴) قرآن مجید کا اور دیگر کتب کا،

(۵) اور تمام ایسی دیگر اشیاء کا وقف جن کے وقف کرنے کا رواج ہو۔

لیکن شرط یہ ہے کہ جو اشیاء استعمال میں آتے آتے ختم ہو جانے والی ہوں

ان کا وقف نہیں ہو سکتا،

نوٹ۔ پنجا۔ ممالک اسلامی میں زر نقد اور غلہ وغیرہ کا وقف اکثر ہوتا ہے۔ اس لئے

رواج ویاں اس قسم کی اشیاء کا وقف جائز ہے۔ یہاں ایسا رواج نہیں،

بہت۔ البتہ ہندوستان میں اگر منقولہ اشیاء میں سے کسی کا وقف کیا جا سکتا

ہے تو وہ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص۔ سرکاری ہتھانتیں۔ سرکاری پرائیمری

نوٹ وغیرہ ہیں۔ جن کا یہاں نسبت اسلامی ممالک کے بہت رواج ہے،

الہ آباد و ہائی کورٹ کے نزدیک ان چیزوں کا وقف جائز ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ

مہرہ نوٹ

نے بھی اب اس کو جائز کر دیا ہے۔ بمبئی ہائیکورٹ کی رائے بھی الہ آباد کے مطابق ہو گئی ہے۔ بقیہ ہائی کورٹوں کی رائے یا تو اس کے خلاف ہے۔ یا انہوں نے ابھی کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ [انڈین لارپورٹ۔ الہ آباد۔ جلد ۲۲۔ صفحہ ۱۹۰ + انڈین لارپورٹ۔ بمبئی۔ جلد ۳۱۔ صفحہ ۲۵۰ + کلکتہ۔ سکینہ خانم بنام لڈن صاحب منفصلہ۔ ارجون سنہ ۱۹۰۷ء۔ غیر مطبوعہ]

برادران شیعہ کے قانون کے مطابق زرقہ کا وقف جائز ہے۔ لیکن مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص وغیرہ کے متعلق صاف نہیں کہ وہ جائز ہوں گے یا نہیں۔ یہی قانون شافعی بھی ہے،

باب ششم موقوف علیہم

۱، اولاد۔ اہل خاندان۔ اور اقربا وغیرہ کے لئے وقف

دفعہ ۳۲۔ ”اجر کے لحاظ سے افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تم اپنے اہل

خاندان کو دو“

نوٹ۔ تفصیل کے لئے دفعہ ۹ مع نوٹ ملاحظہ کیجئے،

دفعہ ۳۳۔ کسی شخص کے لئے، جو مذہب اسلام کا پیر و ہو، جائز ہوگا۔ کہ وہ کوئی

وقف۔ جو ہر لحاظ سے شرائط قانون اسلام کے مطابق ہو۔ بخلاف دیگر مقاصد کے

حسب ذیل مقاصد کے لئے قائم کرے،

دالف، کلتیا یا جزاً۔ اپنے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کی پرورش یا

گذارہ کے لئے،

(ب) نیز اگر وقف کرنے والا حنفی مسلمان ہو۔ تو خود اپنی زندگی میں اپنی پرورش اور گزارہ کے لئے۔ یا جائیداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے،

لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد۔ صراحتاً یا کنایتاً مساکین کے لئے۔ یا کسی ایسے دوسرے مقصد کے لئے مخصوص کر دیا جائے جو بروئے قانون اسلام مستقل نوعیت کا مذہبی۔ صالح۔ یا خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو۔ (دفعہ ۳۔ ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء)

دفعہ ۳۴۔ وقف کا آخری فائدہ حسب ذیل مستقل نوعیت کی مذہبی۔ صالح یا خیراتی مقاصد کے لئے محفوظ کیا جاسکتا ہے:-

(۱) مساکین اور محتاجوں کی پرورش اور گزارہ کے لئے،

(۲) مساجد کی تعمیر اور ان کے متعلق اخراجات کے لئے،

(۳) مساکین کے لئے کفن میتا کرنے اور قبریں کھدوانے کے لئے۔ اور اخراجات

تجیز و تکفین کے لئے،

(۴) اور تمام قسم کے مستقل کاموں کے لئے جن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو

فائدہ پہنچتا ہو۔ جیسے سرائیں۔ پل۔ سڑک وغیرہ وغیرہ،

نوٹ (۱) چونکہ وقف علی الاولاد ہماری کتاب کا موضوع ہے۔ اس لئے دفعہ ۳۳ کے منشار کے مطابق جو ایسا وقف کیا جائے گا وہ جائز اور قابل نفاذ ہوگا۔ دفعہ

ہذا حسب ذیل اجزاء پر مبنی ہے،

(۱) ہر مسلمان اپنی اولاد۔ اقربار۔ اور خود اپنے گزارہ یا قرضہ کی ادائیگی کے لئے (اگر

وہ فرقہ حنفی کا پیروں ہے) وقف کر سکتا ہے،

(۲) اور اولاد یا اقربار وغیرہ کے معدوم ہو جانے کے بعد مساکین کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے جو مذہباً مستقل نوعیت کا تسلیم کیا جاتا ہو،

(۳) اولاد اور اقربار وغیرہ کے معدوم ہو جانے کے بعد جس مستقل نوعیت کے مذہبی مقصد کے لئے کیا جائے اس کا ذکر خواہ صریح طور سے کیا جائے۔ یا اس قسم کا منشاء معنوی طور سے ظاہر ہوتا ہو۔ یا

بہ الفاظ دیگر ہر مسلمان اپنی ذات۔ اولاد۔ یا اقربار کے لئے وقف کر سکتا ہے بشرطیکہ ایسا وقف ہر لحاظ سے اسلامی قانون کے مطابق ہو،

جیسا کہ پیشتر عرض کیا جا چکا ہے۔ علاوہ دیگر امور کے وقف کی ایک اہم ترین خصوصیت ”مداومت“ (ابدیت یا ہمیشگی) (دفعہ ۱۶) یعنی وہ کسی خاص زمانہ یا مقررہ مدت کے بعد ختم نہ ہو جانا چاہئے اگر کوئی وقف صراحتاً کسی عارضی زمانہ تک کے لئے کیا جائیگا تو وہ باطل ہوگا۔ محض فرقہ مالکی کے نزدیک عارضی زمانہ تک کے لئے وقف کرنا بھی جائز ہے،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی صراحت کہ فلاں وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ ضروری ہے یا نہیں حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک الفاظ میں اس کا اظہار کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی وقف صراحتاً کسی مقررہ مدت کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ تو قانوناً یہ سمجھ لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ بشرطیکہ مضمون سے ایسا نشا ظاہر ہوتا ہو اور اس میں کوئی بات اس کے منافی نہ ہو، حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس امر کا صراحتاً اظہار کرنا ضروری ہے کہ وقف ہمیشہ کے لئے کیا گیا ہو حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے (چہر حنفی فقہاء کا متفقہ فتویٰ ہے) صحیح مانی گئی ہے،

(۴) محض اولاد اور اقربار وغیرہ وغیرہ پر وقف کرنا مذہباً ضرور جائز ہے لیکن چونکہ یہ مقصد معدوم ہو جانے والا ہے۔ یعنی کبھی نہ کبھی سلسلہ نسل منقطع ہوگا۔ اس لئے یہ شرط لازمی قرار دی گئی کہ سلسلہ نسل وغیرہ کے منقطع ہو جانے کے بعد وقف کی آمدنی مساکین پر صرف کی جانی چاہئے یا کسی اور مذہبی مقصد پر جو مستقل ہو یعنی کبھی معدوم نہ ہو۔ اگر صراحتاً کوئی آخری مقصد ظاہر نہ کیا جائے گا تو قانونی طور پر قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ مساکین کے لئے ہے۔ لیکن اگر مساکین کے علاوہ وقف کا منشاء کسی دیگر مقصد پر وقف کی آمدنی صرف کرانے کا ہو تو اس کی صراحت صاف طریقہ سے کرنی لازمی ہے جو کوئی بھی

آخری مقصد ہو وہ مذہباً جائزانا جائزانا ہو اور مستقل نوعیت کا ہو جس کی چند مثالیں دفعہ ۲۴ میں دیدی گئی ہیں۔ لیکن اس فہرست کو مکمل نہ سمجھنا چاہئے۔

۵) صرف حنفی مسلمان وقف کی آمدنی اپنی زندگی تک اپنے لئے یا اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے محفوظ کر سکتا ہے۔ کوئی مشیعہ یا مسلمانان اہل سنت و الجماعت کے کسی دوسرے فرقہ کا پیر داس حق سے مستفید نہیں ہو سکتا،

اولاد یا اقرباء وغیرہ کے لئے جو وقف کیا جاتا ہے چونکہ وہ کبھی نہ کبھی محدود ہو جائے والا مقصد ہے اس لئے اس کو آپ ابتدائی مقصد کہہ سکتے ہیں۔ آخری مقصد مساکین کو فائدہ پہنچانا ہے۔ یا کسی اور مذہبی اور مستقل مقصد پر صرف کرنا۔

وقف کسی ایسے مقصد کے لئے نہیں کیا جاسکتا جو شرعاً ممنوع ہو۔ مثلاً اولاد کے لئے اور بالآخر مندر کے اخراجات کے لئے۔ یہ وقف قطعی باطل ہوگا۔ اگرچہ اولاد کیلئے وقف کرنا مذہباً جائز ہے لیکن آخر میں وقف کی آمدنی مندر کے اخراجات کے لئے وقف کی گئی ہے جو جائز نہیں۔ اس لئے وقف شروع ہی سے باطل ہوگا، حسب ذیل مقاصد کے لئے وقف کرنا جائز ہے۔

(۱) کسی بڑے بوٹ شخص کے مقبرہ کی مرمت اور انتظام کے لئے۔ (لیکن اولاد یا اولاد کے مقابر کے لئے اس قسم کا وقف جائز ہے)

(۲) قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کے لئے۔

(۳) محض امیر لوگوں کے لئے۔

(۴) فاتحہ اور عرس کے لئے۔

لفظ "خاندان" (FAMILY) کی جو ایکٹ نمبر ۱۳ء کی دفعہ ۲ (الف)

میں استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ اپنے وسیع ترین معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں تمام وہ رشتہ داران شامل ہیں جن کا سلسلہ (خواہ وہ کتنے ہی فصل سے ہو) وقف کے مورث اعلیٰ سے کہیں نہ کہیں جا کر مل جاتا ہو۔

اور خواہ یہ سلسلہ کسی مرد کے واسطے سے ہو خواہ کسی عورت کے واسطے سے ہو۔ اور جن کو

روزمرہ کی گفتگو میں ہم "قربت دار" یا "زوقربت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مثلاً ماموں۔ ماموں زاد بھائی۔ بھانجے۔ اور بھتیجے وغیرہ اور ان کی اولادیں سب اس میں

شامل ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اگرچہ براہ راست واقف کے خاندان سے تعلق نہیں رکھتے لیکن کسی قرابت کی وجہ سے وہ اُس کے زیر پرورش ہوں۔ مثلاً متوفی بھائی کی بیوہ بھی جو واقف کے مکان میں رہتی ہے اور جس کا کفیل واقف ہی ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ اور ان لوگوں کے حق میں بھی وقف کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح کہ اپنی اولاد کے حق میں وقف کرنا جائز ہے۔ الغرض جب شرعاً ایک عہدتی کے لئے بھی وقف کرنا جائز ہے تو پھر اس لفظ ”خاندان“ کے معنی کی اہمیت بہت کم رہ جاتی ہے۔ ججان چیف کورٹ اودہ کی یہ رائے کہ اہل خاندان صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو واقف کے ساتھ اُس کے مکان میں رہتے ہوں۔ الہ آباد ہائیکورٹ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ملازمان بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اور جو قرابت دار علیحدہ مکان میں رہتے ہوں وہ محض علیحدہ رہنے کی وجہ سے ”خاندان“ سے باہر نہیں ہو سکتے،

دفعہ ۳۵۔ اگر واقف خود بھی موقوف علیہ ہو تو جائز ہے کہ وہ

- (۱) پہلے اپنے لئے۔ اور پھر دوسروں کے لئے۔ یا
- (۲) پہلے دوسروں کے لئے اور پھر اپنے لئے۔ یا
- (۳) اپنے اور دوسروں کے لئے ایک ساتھ وقف کرے،

نوٹ۔ واقف کے لئے جائز ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ چاہے وقف کی آمدنی کے مصرف کے لئے ہدایات کر سکتا ہے۔ مثلاً وہ اپنی زندگی میں اپنے لئے وقف کی آمدنی صرف کرنے کا مجاز ہے (بشرطیکہ حنفی ہو) خواہ وہ یہ کرے کہ میں اور میری اولاد نصفی آمدنی لینے کے مجاز ہوں گے۔ یا پہلے اولاد کے لئے اور کسی مقررہ میعاد کے بعد اپنے لئے آمدنی محفوظ کرے۔ یا ایک ساتھ۔ ہر طرح کے اختیارات اس کے متعلق حاصل ہیں۔

دفعہ ۳۶۔ واقعہ کسی ایسے شخص کے لئے بھی وقف کرنے کا مجاز ہے جس کا وقف کرنے کے وقت کوئی وجود نہ ہو۔

(۱) اگر وقف کرنے کے وقت موقوف علیہ کا کوئی وجود نہ ہو۔ تو وجود ہونے کے وقت تک جائیداد موقوفہ کی آمدنی اگر اس کے متعلق کوئی صراحت نہ کی گئی ہو تو مساکن پر یا کسی دوسرے جائز مقصد پر جس کی صراحت کر دی گئی ہو صرف کی جائے گی۔

(۲) موقوف علیہ کے وجود میں آجانے کے بعد وقف کی آمدنی کا موقوف علیہ مذکور مستحق ہو جائے گا۔

لشہر یح۔ اگر وقف کرنے سے ۶ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو تو قیاس یکساں جائے گا کہ وقف کرنے کے وقت اس کا وجود تھا، نوٹ۔ یہ مسئلہ صرف حنفی مسلمانوں کے متعلق ہے۔ واقعہ خود اپنے یا اپنی اولاد کے یا اقربا میں سے کسی کے بچہ کے لئے جو اس وقت تک پیدا نہ ہوا ہو۔ تو نہ کر سکتا ہے۔

برادران شیعہ اور شافعی قانون کے مطابق جس شخص کا وقف کرنے کے وقت کوئی وجود نہ ہو۔ یا جو معلوم نہ ہو سکے۔ اس کے واسطے وقف کرنا جائز نہیں۔ ان کے قانون کے مطابق موقوف علیہ کا وجود ہونا اور اس کے متعلق پوری صراحت کا ہونا لازمی ہے۔

دفعہ ۳۷۔ جائز ہے کہ وقف نامہ میں کوئی ایسی شرط لگا دی جائے کہ کسی واقع کے ظہور پذیر ہو جانے پر موقوف علیہ وقف کے استفادہ سے محروم ہو جائے گا،

نوٹ۔ مثلاً میں حمیدہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ لیکن حمیدہ کو وقف سے مستفید ہونے کا اسی وقت تک اختیار ہے گا جب تک کہ وہ شادی نہ کرے۔ یہ وقف اور شرط جواز ہے۔ اور اسی قسم کی شرطیں لگائی جاسکتی ہیں شرط کے پورا ہونے کے بعد آمدنی مسالین پر یا دوسرے مقصد پر اگر صراحت کر دی گئی ہو صرف ہونے لگے گی۔

شرائع الاسلام کے مطابق شیعہ واقع کسی موقوف علیہ کو آئندہ زمانہ میں محروم نہیں کر سکتا۔ نہ کسی موجودہ موقوف علیہ کا حق کسی دوسرے کے حق میں منتقل کر سکتا ہے۔ ہاں وہ یہ حق اپنے لئے محفوظ کر سکتا ہے کہ آئندہ کسی شخص کے وجود میں آنے پر تجھے اختیار ہوگا کہ اس کو زمرہ موقوف علیہم میں شامل کر دوں۔

دفعہ ۳۸۔ واقع مجاز ہے کہ بوقت تحریر وقف نامہ موقوف علیہم کے ردو بدل کا حق اپنے لئے محفوظ کرے۔ اور اس اختیار کی رو سے وہ موقوف علیہم میں اضافہ بھی کر سکتا ہے اور ان کی تعداد کم بھی کر سکتا ہے۔ اور موقوف علیہم کے حصہ کی آمدنی میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ بلا اس قسم کا حق محفوظ کئے وہ آئندہ ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

(۲) چند مخصوص الفاظ کے معانی اور عبارتوں کے مطاب

ضروری نوٹ۔ رسالہ ہذا کا یہ حصہ نسبتاً اہم ہے۔ کیونکہ بعض ایسے الفاظ ہیں کہ روزمرہ کی گفتگو میں ہم ان کے معنی کچھ اور سمجھتے ہیں۔ اور جب ہی الفاظ کسی دستاویز میں تحریر کئے جائیں تو ان کے معنی قانونی لحاظ سے کچھ مختلف ہو جاتے ہیں۔ پس عوام الناس کو عموماً اور قبلاً نویسیوں کو خصوصاً ان سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ کاتب دستاویز کو چاہئے کہ دستاویز مکمل کرنے سے پیشتر واقع کے منشار اور مفہوم کو مفصل طور سے دریافت کر لینے کے بعد صاف اور غیر مبہم عبارت میں دستاویز

تحریر کرے۔ اس غرض کے لئے رسالہ کا یہ حصہ مفید اور مددگار ثابت ہوگا۔
واقف سے اس کا منشاء معلوم کرنے کے لئے متعدد سوالات کئے جاسکتے ہیں۔
جن میں سے ضروری سوالات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سوالات جو قبل تحریر وقف نامہ۔ واقف سے کئے مناسب ہیں

(۱) کیا آپ اپنے تمام موجودہ پسران اور دختران کے لئے وقف کرنا چاہتے ہیں یا ان میں سے چند کے لئے۔ اور بقیہ کو محروم کرنا چاہتے ہیں؟
(۲) کیا آپ کا یہ منشاء ہے کہ آپ کی موجودہ اولاد ہی وقف سے مستفید ہو۔ یا جو اولاد بعد میں پیدا ہو وہ بھی استفادہ حاصل کرنے کی مستحق ہو؟
(۳) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی موجودہ اولاد (پسر و دختر) کے علاوہ۔ آپ کے پسران کی اولاد و اولاد نسلاً بعد نسل بھی مستفید ہو۔ یا دختری اولاد کو آپ کچھ دینا نہیں چاہتے؟

(۴) کیا آپ پسری اولاد کے ساتھ دختری اولاد کو بھی مستفید کرنے کے خواہش مند ہیں؟
(۵) کیا آپ اپنی موجودہ اولاد اور اس کی آئندہ اولاد ہی کو مستفید کرنا چاہتے ہیں۔ یا آپ کے متوفی پسران (اور دختران) کی جو اولاد موجود ہے۔ اس کے لئے بھی انتظام کرنا چاہتے ہیں؟

(۶) اولاد کے علاوہ کسی دیگر عزیز یا قریب کو بھی کچھ دینا چاہتے ہیں؟
(۷) آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اولاد وغیرہ کے علاوہ ساتھ ہی ساتھ کچھ حصہ خیراتی کاموں کے لئے بھی وقف کریں۔

(۸) کیا آپ اپنی اولاد اور اس کی نسل پر حصہ برابر منافع تقسیم کرنے کے خواہش مند ہیں یا کم دیش۔ مثلاً پسری اولاد کو ایک حصہ اور اولاد دختری کو نصفی حصہ۔ یا مثلاً جو فوت ہوتا جائے اس کا حصہ اس کی نسل پر تقسیم ہوتا چلا جائے؟
(۹) سلسلہ نسل منقطع ہو جانے کے بعد کس مشعل کا رندہ ہی یا کا رخیر کے لئے آپ آمدنی کا حصہ ہونا پسند کریں گے۔

(۱۰) کیا آپ فرقہ حنفیہ کے پیرو ہیں۔ اور اپنی زندگی تک خود اپنے گزارہ کے لئے یا اپنے

قرضہ کی ادائیگی کیلئے بھی وقف کرنا چاہتے ہیں ؟
 (اس کے علاوہ دفعات ۳۵ لغایت ۳۸ کے منشاء کے مطابق سوالات قائم کر کے دریافت کرنا چاہئے۔ مگر حنفی اور دیگر فرقوں کے درمیان جو فرق ہے اس کو ملحوظ رکھنا پڑے گا،)

دفعہ ۳۹۔ وقف کا مفہوم واقف کی نیت اور منشاء کے مطابق دستاویز کے تمام مضمون سے معلوم کرنا چاہئے نہ کہ کسی خاص لفظ کے لغوی معنی یا عبارت کے حصہ سے،

نوٹ بخلاف دیگر دستاویزات کے، وقف کے متعلق یہ اصول ہو کہ حتی الامکان واقف کے منشاء کے مطابق وقف پر عمل درآمد ہو۔ اسی لئے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دستاویز کے تمام مضمون سے مجملاً جو منشاء ظاہر ہوتا ہو اسی کو قابل عمل تصور کرنا چاہئے۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی خاص لفظ کو علیحدہ نکال کر اس کے لغوی معنی پر زور دیا جائے۔ یا کسی حصہ عبارت کو علیحدہ لے کر اس کے مطلب کو لے لیا جائے،

دفعہ ۴۰ (۱) اگر کوئی شخص اپنے ”ولد“ کے نام وقف کرے تو اس میں پسر و دختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہوں وہ بھی شامل ہوں گے۔ اور جو بعد تحریر وقف نامہ پیدا ہوں وہ بھی شامل ہوں گے،
 (۲) اگر وقت تحریر کوئی لڑکا نہ ہو۔ مگر پوتا ہو۔ تو وہ مستحق ہوگا۔ لیکن اگر بعد میں لڑکا پیدا ہو جائے۔ تو وقف کا استفادہ پھر اس نوزائیدہ بچہ کو پہنچ جائے گا،

(۳) لفظ اولاد میں واقف کی تمام اولاد۔ پسر و دختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہو اور جو بعد میں پیدا ہو۔ اور صرف اولاد پسری۔ نسلاً بعد نسل شامل ہے۔ مگر اولاد

اولادِ دختر سی شامل نہ ہوگی،

(۴) عربی محاورہ کے مطابق اگر مذکر بصیغہ جمع استعمال کیا جائے۔ اور مرد و

عورت دونوں موجود ہوں۔ تو دونوں شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن اگر مرد بالکل نہ ہو۔ تو عورت شامل نہیں سمجھی جائے گی،

لیکن اگر مؤنث بصیغہ جمع استعمال کیا جائے تو اس میں مرد شامل نہ ہوں گے

خواہ موجود ہوں،

(۵) "اولاد" "فرزندان" "نسل" اور "خلف" سب ہم معنی ہیں،

(۶) "احفاد" وسیع ترین معنی رکھتا ہے۔ اس میں تمام اولاد یعنی پسران و

دختران۔ اولادِ پسر سی و دختر سی نسلاً بعد نسل۔ قریبی اور بعیدی۔ سب

شامل ہیں،

وقف ۴۴۔ اگر واقف نے اپنی صرف ایک یادو پشتوں کے لئے وقف

کیا ہو تو وقف کا استفادہ محض ایک یادو پشتوں تک محدود رہے گا تا وقتیکہ

اس کے خلاف منشاء نہ ظاہر ہو۔ لیکن اگر اس نے تین یا تین سے زیادہ پشتوں کا

کا حوالہ دیا ہو تو وقف کا استفادہ نسلاً بعد نسل ہمیشہ پہنچتا رہے گا،

ضروری نوٹ

نمبر ۱ (پہلی پشت کے لئے وقف) زید نے یہ عبارت تحریر کی "میں اس جاؤ کو

اپنے "ولد" (یا بچے) کے لئے وقف کرتا ہوں" چونکہ لفظ "ولد" استعمال کیا گیا ہے۔

اس لئے وقف کا منشاء محض ایک پشت کے لئے وقف کرنے کا ظاہر ہوتا ہے۔

اگرچہ اس میں اس کے پسر و دختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہیں اور جو بعد میں پیدا

ہوں۔ سب شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن ان کے بعد وقف کی آمدنی مساکین یا دوسرے کسی مقصد پر صرف ہوگی،

نمسلر [دو پشتوں کے لئے وقف] میں یہ وقف اپنے ولد اور ولد کے دلہ کیلئے کرتا ہوں۔“ ولد اور ولد کے دلہ کے یہ معنی ہوں گے کہ وقف صرف دو پشتوں کے لئے کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی پشت میں تمام پسران و دختران موجود اور جو بعد میں پیدا ہوں۔ سب شامل ہوں گے۔ اور دوسری پشت میں صرف اولاد پسری۔ اولاد دختریں شامل نہ ہوگی۔

نمسلر [نسلاً بعد نسل] اگر آپ صرف لفظ ”ولد“ (یا بچہ) کو دو دفعہ (بصیغہ واحد) استعمال کریں گے۔ اور کوئی ایسی عبادت اضافہ نہ کی جائے گی جس سے آپ کا یہ منشاء ظاہر ہوتا ہو کہ آپ دو پشتوں کے بعد بھی نسل کے لئے وقف کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو جیسا کہ نمسلر میں ظاہر کیا گیا، وقف صرف دو پشتوں تک ہی محدود رہے گا۔ لیکن اگر آپ ان ہی الفاظ (ولد اور ولد کے ولد کے ساتھ اس قسم کی عبارت کا اضافہ کریں جس سے ظاہر ہوتا کہ صرف دو پشتوں تک نہیں بلکہ آپ نسلاً بعد نسل وقف کو قائم رکھنے کے خواہش مند ہیں تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ میں یہ وقف اپنے ولد اور ولد کے لئے کرتا ہوں۔ تاکہ میری نسل کا جب تک سلسلہ منقطع نہ ہو۔ مستفید ہونی رہے۔“

لائن شدہ عبارت کی وجہ سے وقف ہمیشہ نسلاً بعد نسل قائم رہے گا۔

نمسلر [لفظ ولد کا استعمال تین مرتبہ] میں یہ وقف اپنے ”ولد“۔ ”ولد کے ولد“۔ اور ”ولد کے ولد کے ولد کے لئے کرتا ہوں“ بلا کسی مزید عبارت کے (اگرچہ بصیغہ واحد ہی استعمال کیا گیا ہے) یہ وقف نسلاً بعد نسل قائم رہے گا۔ کیونکہ لفظ ”ولد“ (بصیغہ واحد) میں دفعہ استعمال کرنے کے یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ وقف تمام نسل کے لئے کیا گیا ہے،

نمسلر (بصیغہ جمع) لیکن اگر آپ لفظ ”ولد“ (یا دیگر ہم معنی لفظ) کو بصیغہ جمع استعمال کریں گے۔ تو محض صیغہ جمع کے استعمال کی وجہ سے اس کے معنی نسلاً بعد نسل کے سمجھے جاویں گے۔ خواہ آپ کوئی اور عبارت استعمال کریں یا نہ کریں۔ اور خواہ ایک دفعہ

استعمال کریں یا چند مرتبہ۔ مطلب دہی ہوگا۔ مثلاً میں یہ وقف اپنی
 "اولاد" (یا فرزند ان) کے لئے کرتا ہوں۔
 چونکہ "اولاد" (بصیغہ جمع) استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے وقف تمام نسل کے
 لئے۔ جب تک کہ ایک بھی زندہ ہے۔ جاری رہے گا۔ اگر آپ یہ لکھیں کہ میں
 یہ وقف اپنی اولاد در اولاد کے لئے کرتا ہوں۔ یا میں یہ وقف اپنی اولاد کے لئے
 کرتا ہوں تاکہ وہ نسل بعد نسل اس سے مستفید ہوتی رہے۔ تو ان سب کا
 ایک ہی مطلب ہوگا،
 نمبر (۱) ایک پشت کے لئے وقف ہو تو کون کون مستحق ہوں گے (دفعہ ۴۰) کے
 دو حصے سمجھ لیجئے۔ پہلا حصہ تو یہ کہ نہ صرف وہ پسر و دختر مستفید ہوں گے جو موجود
 ہوں۔ بلکہ جو بعد میں پیدا ہوں وہ بھی مستفید ہوں گے۔ مثلاً میں یہ وقف اپنے
 فرزند (یا اولاد) کے لئے کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ وقف کرنے کے وقت عمر اور بکر اور حمیدہ اور ماجدہ (پسران
 و دختران) موجود ہیں۔ اور تین سال بعد ایک دختر آمنہ اور پسر رحمت اور پیدا ہو گئے۔
 تو یہ سب استفادہ حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے۔

اب دوسری نسل لے لیجئے۔ میں یہ وقف اپنے فرزند (یا اولاد) کے لئے
 کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ کوئی بچہ واقف کا اعلان وقف کے وقت موجود نہیں۔
 لیکن ایک متونی لڑکے کا لڑکا (واقف کا پوتا) موجود ہے۔ تو وہ استفادہ پانے کا
 مستحق ہوگا (نواسہ اگر ہوگا تو مستحق نہ ہوگا) لیکن اس کے بعد اگر واقف کا کوئی
 بچہ پیدا ہو جائے تو وہ مستحق ہو جائے گا۔ اور پوتا مستحق نہ رہے گا۔ فرض کیجئے کہ
 پہلی اور دوسری پشت میں بھی کوئی نہ ہو۔ لیکن بعد والی پشت یعنی تیسری اور
 چوتھی اور اس کے بعد والی بھی موجود ہوں۔ تو وہ سب بھتہ برابر پانے کے مستحق
 ہوں گے۔ [دفعہ ۴۰ (۱)]

نمبر (۲) لفظ "فرزند" میں کون کون شامل ہیں [یہ وقف میں اپنے فرزند کے
 لئے کرتا ہوں] اگر لڑکا اور لڑکی (ایک یا زیادہ) موجود ہیں تو سب مستفید
 ہوں گے۔ اگر کوئی لڑکا نہ ہو۔ لیکن لڑکی (خواہ ایک یا زیادہ) موجود ہو۔ تو وہی

مستفید ہوگی۔

نہنسر [پسران کا مفہوم] یہ وقف میں اپنے پسران کے لئے کرتا ہوں“
اگر واقف کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں۔ تو لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں
بھی مستفید ہوں گی۔ لیکن اگر صرف لڑکی (ایک یا زیادہ) ہی ہو اور لڑکا کوئی نہ
ہو۔ تو لڑکیاں قطعی محروم رہیں گی۔

اسی طرح ”میں یہ وقف اپنے برادران کے لئے کرتا ہوں“ بھائی اور بہن دونوں
موجود ہوں تو دونوں مستفید ہوں گے، اگر صرف بہن (ایک یا زیادہ) ہے
اور بھائی نہیں ہے۔ تو بہن قطعی محروم ہوگی۔ لیکن

”یہ وقف میں اپنی دختران کے لئے کرتا ہوں“ خواہ بیٹے موجود ہوں
مگر صرف دختران ہی مستفید ہوں گی۔ بیٹوں کو کچھ نہ ملے گا،
اب اسی مثال کی دوسری شکل لے لیجئے۔ ”میں یہ وقف اپنے پسران
کے لئے کرتا ہوں“

(الف) اگر آپ کے کم سے کم دو (یا دو سے زیادہ) لڑکے موجود ہوں تو
سب کو ملے گا۔ اور بھتہ برابر ملے گا۔

(ب) اگر صرف ایک لڑکا ہے۔ تو نصف ملے گا۔ بقیہ نصف مساکن
کو ملے گا۔

(ج) اگر کوئی لڑکا نہ ہو۔ مگر لڑکی (ایک یا زیادہ) ہو تو اس کو کچھ
نہ ملے گا۔ سب مساکن کو مل جائے گا،

نہنسر [لفظ پسر کا مفہوم] یہ وقف میں اپنے پسر کے لئے کرتا ہوں“
اس میں دختر شامل نہ ہوگی،

مذکورہ بالا مثالوں میں ہم نے لفظ ولد اور اولاد کا فرق۔ لفظ فرزند
کا مفہوم اور پسر اور پسران کا فرق دکھا دیا۔ ذیل میں ہم چند عام مثالیں درج
کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ الفاظ کے ہیر پھیر اور ضمیروں کے رد و بدل سے
مطلب میں کس قدر فرق ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ تحریر کر دینا بھی مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ اکثر فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ اولاد میں نہ صرف اولاد پسری

بلکہ دختر کی اولاد بھی شامل ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اس میں دختر کی اولاد شامل نہیں ہے۔ اولاد کی جو وضاحت ہم نے دفعہ ۲۰ (۲) میں اور مذکورہ بالا مثالوں میں کی ہے وہ فتاویٰ عالمگیری کی رائے پر مبنی ہے چونکہ ہندوستان میں اسی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بہر کیف اگر اولاد دختر کی کو بھی وقف سے مستفید کرنا ہو تو نسب یہ ہے کہ صریح الفاظ میں اس کی بابت تحریر کر دیا جائے۔ لفظ "نفسا" کو استعمال کیا جائے جو اس مطلب کے لئے وسیع ترین لفظ ہے۔

نہایت (متوفی پسر کی اولاد) زید نے یہ عبارت درج وقف نامہ کی "قیف میری اولاد اور اُن کی اولاد" اور اُن کی اولاد کی اولاد کے لئے ہے؛ زید کی جو اولاد تحریر وقف نامہ کے وقت موجود ہو۔ اور جو بعد میں پیدا ہو وہ سب مستفید ہونے کے مستحق ہوں گے۔ لیکن زید کے جو بیٹے تحریر وقف نامہ سے پیشتر مر چکے ہیں اور بن کی اولاد موجود ہے۔ وہ مستحق نہ ہوں گے۔ کیونکہ "اُن کی نصیب صرف موجودہ اولاد کی آئندہ اولاد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے متوفی پسران کی اولاد محروم رہے گی،

لیکن اگر عبارت یہ ہو کہ "قیف میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور اُن کی اولاد کی اولاد کے لئے ہے" تو واقعہ کے جو پسران تحریر وقف نامہ سے پیشتر مر چکے ہیں مگر بن کی اولاد وقت تحریر موجود ہے۔ وہ بھی مستحق ہوگی۔ چونکہ میری اولاد کی اولاد میں وہ پوتے بھی شامل ہوں گے جن کے والدین پیشتر گذر چکے ہیں، ایک اور مثال پشیں کی جاتی ہے۔

زید نے یہ عبارت تحریر کی "یہ وقف میرے بچوں کے لئے جو موجود ہیں اور میری نسل کے لئے ہے" اس میں جو بچے بعد میں پیدا ہوں گے وہ بھی شامل ہوں گے، کیونکہ اگرچہ الفاظ "جو موجود ہیں" صرف ہی ظاہر کرتا ہے کہ وقف موجودہ بچوں کے لئے کیا گیا ہے مگر بعد کی عبارت "اور میری نسل" میں بعد کے پیدا ہونے والے بچے بھی شامل ہوں گے۔ گویا پوری عبارت کے پڑھنے پر

یہ مطلب حاصل ہوا کہ موجودہ اور آئندہ دونوں بچے شامل ہیں۔ (دفعہ ۳۹)
لیکن اگر عبارت یہ ہوتی کہ ”یہ وقف میرے بچوں کے لئے۔ جو موجود ہیں۔
اور ان کی نسل کے لئے ہے“ تو اس سے بعد کے پیدا ہونے والے بچے
نکل جائیں گے۔

[یہ تمام اصول اور مثالیں ہم نے عربی کتابوں کے ترجموں سے اخذ کی ہیں۔ ان کے
صحیح ہونے کے متعلق امکانی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ کمین دانستہ
طور پر غلطی ہوگئی ہو۔ لیکن ہمارا یہ مطلب ہے کہ ان الفاظ کو جن کی وضاحت کی گئی ہے۔
استعمال کرنے سے پیشتر ان کے مفہوم کا علم ہو جائے تاکہ کوئی غلطی یا ابہام
باقی نہ رہے۔ ورنہ حتی الامکان اپنے منشار کو بلا الفاظ کی پابندی کے ہمیشہ صاف
اور غیر مبہم عبارت میں ظاہر کرنا ہی انسب ہے]

[کاتب دستاویز پر اس بارے میں بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ امتداد ہے
کہ اس کے مطالعہ کے بعد ان کو اپنی ذمہ داری کا بھی احساس ہو جائے گا اور وہ
زیادہ احتیاط بھی عمل میں لائیں گے]

دفعہ ۴۲۔ اگر وقف کسی شخص (یا اشخاص) کے حق میں اُس کو یا ان کو
نامزد کر کے کیا جائے گا تو وہی شخص (یا اشخاص) اُس سے مستفید ہونے کا مستحق
ہوگا (یا ہوں گے)

نوٹ۔ ”یہ وقف میں اپنے پسر عمر کے لئے کرتا ہوں“ واقف کے تین پسر ہیں
بکر۔ عمر اور محمود۔ لیکن صرف عمر ہی مستفید ہوگا۔ کیونکہ اُس کو نامزد کر دیا
گیا ہے۔

دفعہ ۴۳۔ اگر کوئی واقف اپنے ”قریب ترین رشتہ داران“ کے لئے
وقف کرے۔ اور کوئی مزید صراحت نہ کرے۔ تو حسب ذیل اشخاص میں سے جو
موجود ہوں گے۔ وہ استفادہ حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے اور بعد والے سب

محروم ہو جائیں گے۔

(الف) پسران و دختران،

(ب) باپ اور ماں،

(ج) پوتے اور پوتیاں،

(د) دادا، اور دادی،

(ه) برادران و ہمیشہ گان،

نوٹ۔ پہلی شلخ اگر موجود ہے تو بعد والی سب شاخیں محروم ہو جائیں گی۔ اور پہلی شاخ کے ختم ہونے پر مساکین ستنی ہوں گے۔ اگر پہلی شلخ موجود نہ ہو تو باپ اور ماں ستنی ہوں گے۔ اور بقیہ سب محروم ہو جائیں گے، اور اسی طرح یہ سلسلہ رہے گا،

لیکن اگر مضمون یہ ہو کہ میں یہ وقت اپنے قریب ترین رشتہ داران کے لئے اور پھر قریب ترین رشتہ داران کے لئے کرتا ہوں، تو ایک شاخ کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری سلسلہ دستنی ہوتی چلی جائے گی اور سب شاخوں کے ختم ہو جانے پر مساکین ستنی ہوں گے،

برادران شیعہ کے قانون کے مطابق سلسلہ اس طرح ہوگا۔

(۱) واقف کی اولاد بشمول باپ اور ماں،

(۲) دادا۔ اور دادی بشمول برادران و اولاد برادران،

(۳) چچا اور ماموں یہ سلسلہ وراثت،



(۳) موقوف علیہم میں منافع کی تقسیم کے قاعدے

دفعہ ۲۴۔ قانون وراثت کا مسلہ اصول کہ مرد کو عورت سے دگنا

ملتا ہے۔ قانون وقف سے متعلق نہیں ہے،

دفعہ ۲۵۔ اگر وقف چند مقاصد یا چند موقوف علیہم کے لئے کیا جائے

تو ان کے درمیان وقف کا منافع ایک ساتھ اور حصہ برابر تقسیم ہوگا،

دفعہ ۲۶۔ اگر وقف متعدد اشخاص کی ایک جماعت کے لئے کیا گیا ہو۔

اور ان میں سے ہر ایک کی فرداً فرداً تخصیص کر دی گئی ہو۔ تو وہ سب آپس میں حصہ

برابر استفادہ پانے کے مستحق ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی وفات

کے بعد متوفی کے حصہ کا منافع مساکین پر صرف ہوگا۔ اور جو بچے گا وہ باقی۔ مانع

لوگوں پر تقسیم ہوگا،

دفعہ ۲۷۔ اگر وقف اولاد کے حق میں نسلاً بعد نسل کیا جائے۔ اور

حصہ کشی کے متعلق کوئی ہدایت نہ کی جائے۔ تو تمام موقوف علیہم اور ان کی اولاد

بشمول اناث حصہ برابر منافع پانے کے مستحق ہوں گے،

نوٹ۔ فرض کیجئے عمر نے اپنی اولاد کے لئے بشمول اولاد دختریں نسلاً بعد نسل

مستفید ہونے کے لئے وقف کیا۔ اور کوئی ہدایت نہ کی کہ پسران اور دختران اور

ان کے بعد ان کی اولاد کو کس نسبت سے حصہ ملنا چاہئے۔ تو حصہ کی تقسیم

(بحساب "فی کس") برابر برابر ہونی چلی جائے گی۔ ذیل کی مثال سے مطلب

صاف ہو جائے گا،

عمر نے وقف علی الاولاد کیا۔ عمر کی وفات پر تین پسر۔ حنیف۔ صدیق۔ حبیب اور

دُخترِ زینب اُس کی اولاد تھی۔ اب منافع کے چار حصے ہوں گے تین حصے بیٹوں کے۔ ایک حصہ بیٹی کا۔ (اگر وراثت کا سلسلہ ہوتا تو ، حصے ہوتے جس میں سے چھ بیٹوں کو ملتے اور ایک بیٹی کو) اب فرض کیجئے کہ زینب کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اب منافع کے تین حصے ہو جائیں گے۔ اور تینوں بیٹے بھتہ برابر لیتے رہیں گے۔ اس کے بعد صدیق کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑے۔ صدیق کی پانچوں اولاد کے حصے ہوئے۔ اور حنیف اور حیب کے دو۔ اس طرح منافع ۷ حصوں میں تقسیم ہو کر سب کو برابر ملے گا۔ اور اسی طرح آئندہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گو یا ہر شخص کے مرنے پر سب کا حصہ کم و بیش ہوتا ہے گا۔ اس کو بحساب ”فی کس“ کہتے ہیں ،

دفعہ ۴۸۔ اگر وقف اولاد کے لئے نسلاً بعد نسل کیا جائے۔ اور وقف

کا یہ منشا رخصتا ہر ہوتا ہو کہ ہر متوفی پسر یا دختر کے مرنے پر اُس کی اولاد کو اسی متوفی پسر یا دختر کا حصہ ملتا رہے۔ تو منافع ”شاخ وار“ تقسیم ہو گا نہ کہ بحساب ”فی کس“۔

نوٹ۔ فرض کیجئے کہ زید نے وقف علی الاولاد کیا۔ اور یہ ہدایت کی کہ میرے پسر اور دختر منافع سے مستفید ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے انتقال کے بعد اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری ہے گا۔ زید کا انتقال ہو گیا اور اُس نے محمود پسر اور ہندہ دختر چھوڑے۔ منافع دونوں کو بھتہ برابر ملے گا۔ اس کے بعد محمود کا انتقال ہو گیا۔ اور محمود نے چار اولادیں چھوڑیں۔ محمود کے نصفی منافع کے چار حصے ہو کر اس کی چاروں اولادوں کو خواہ اولاد ذکور ہو یا اناث) ملتے رہیں گے۔ اب فرض کیجئے کہ محمود کے پسران میں سے ایک فوت ہو گیا۔ تو اُس پسر کا حصہ یعنی $\frac{1}{4}$ کا $\frac{1}{4}$ = یعنی $\frac{1}{8}$ اُس کی اولاد پر بھتہ برابر تقسیم ہو گا۔ اور یہ سلسلہ ہی طرح جاری رہے گا۔ اس کو بحساب ”شاخوار“ کہتے ہیں ،

۴۔ مساکین میں تقسیم کرنے کا اصول

دفعہ ۲۹۔ جب کسی وقف کا منافع مساکین میں قابل تقسیم ہو۔ تو حسب ذیل اصول پر سلسلہ وار تقسیم کرنا چاہئے،

(۱) اگر خود واقف کی نسل میں سے کوئی موجود ہو تو اُس کو

(۲) واقف کے رشتہ داران،

(۳) واقف کے ہمسائے،

(۴) واقف کے ہم وطن۔ حتی الامکان وہ لوگ جن کے مکانات واقف کے

قریب تر ہوں،

نوٹ۔ یہ شرعی اصول ہے کہ مساکین میں سے بھی سب سے پہلے واقف کی محتاج اور غریب اولاد مستحق ہے۔ اُس کے بعد غریب رشتہ داران اور اسی طرح۔

باب ہفتم وقف کا انتظام

متولی

(۱) متولی ہونے کی اہلیت

دفعہ ۳۰۔ (۱) شخص۔ مرد یا عورت۔ اور خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو۔

متولی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بالغ ہو اور فائر العقل نہ ہو،

(۲) اگر کوئی نابالغ یا پاگل شخص متولی مقرر کیا جائے گا تو اس کا تقرر باطل ہوگا،

(۳) واقف خود بھی متولی ہو سکتا ہے،

(۴) اگر حق تولیت در اثنا کسی نابالغ کو پہنچ گیا ہو۔ تو عدالت اس کی نابالغی کے زمانہ میں کام کرنے کے لئے دوسرے کو متولی مقرر کر سکتی ہے،

نوٹ - متولی ہونے کے لئے کسی مذہب کی قید نہیں۔ نہ جنس کی کوئی شرط ہے۔ ہر بالغ شخص کو متولی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ فاطر العقل متولی مقرر نہیں ہو سکتا۔

چند اشخاص کی کمیٹی بھی بطور متولی کام کرنے کے لئے مقرر کی جاسکتی ہے۔ آفشل ٹرسٹی بھی بطور متولی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن وہ تنہا متولی ہوگا =

دفعہ ۵۱ - کسی متولی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بستر مرگ پر کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کر دے۔ بشرطیکہ اس کے خلاف واقف کی ہدایت یا کوئی رواج نہ ہو۔

(۲) متولی اور اس کے جانشین کا تقرر اور علیحدگی

[تقرر ولی کے سلسلہ میں دفعہ ۱۵ معہ نوٹ دیکھ لیجئے۔ حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اعلان وقف کے ساتھ متولی کا تقرر قانوناً لازمی ہے۔ حضرت

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لازمی نہیں]

دفعہ ۵۲۔ بقول حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اگر اعلانِ وقف کے ساتھ کوئی متولی مقرر نہ کیا گیا ہو۔ تو خود واقعہ متولی متصور کر لیا جائے گا،

نوٹ۔ اگر اعلانِ وقف کے وقت کوئی متولی مقرر نہ کیا گیا ہو تو شرائع الاسلام (یعنی قانون برادران شیعہ کے مطابق خود موقوفین علیہم متولی متصور ہوں گے۔

دفعہ ۵۳۔ (۱) واقف مجاز ہے کہ وقف نامہ میں یہ تحریر کرے کہ فلاں

طریقہ کے مطابق۔ اور فلاں شرط کے ساتھ۔ اور اس قدر عرصہ کے لئے۔ فلاں شخص متولی مقرر کرنے کا مجاز ہوگا،

(۲) اگر اس قسم کی ہدایت موجود نہ ہو۔ تو جس طریقہ پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔ اس کی شہادت کافی ہوگی،

نوٹ۔ ہر قسم کی شرائط باہتہ تقرر متولی وقف نامہ میں درج کی جاسکتی ہیں مثلاً عمر آس وقت تک متولی رہے گا جب تک کہ زید صحت یاب ہو جائے۔ محمود اسی زمانہ تک متولی رہے گا جب تک کہ وہ الہ آباد میں رہے۔ جمیل اپنی شادی کر لینے کے وقت تک متولی رہے گا۔ اور بعد شادی کے زید اس کی جگہ لے گا،

دفعہ ۵۴۔ عمدہ تولیت کا ایک کے بعد دوسرے پر وراثتاً منتقل ہوتے

رہنا قانون اسلامی کے خلاف ہے،

دفعہ ۵۵۔ اگر وقف نامہ میں متولی اور اس کے جانشین کے متعلق صراحتاً

یا کنایتہ کوئی ہدایت نہ پائی جائے، تو۔

- (۱) خود واقف متولی مقرر کرنے کا مستحق ہوگا،
 (۲) واقف کی وفات کے بعد اس کا وصی (کارکن) مستحق ہوگا،
 (۳) وصی کے اور وصی کے جانشین کی وفات کے بعد عدالت متولی
 مقرر کرنے کی مجاز ہوگی،

نوٹ۔ واقف کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے متولیوں کو نامزد
 کر دے یا اگر وہ نام بنام متولیوں کو نامزد کرے تو کسی خاص جماعت میں سے
 متولیوں کے تقرر ہونے کی بابتہ تحریر کرے۔ اور ان کی قابلیت کی نوعیت کا بھی
 اظہار کرے۔ اور یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ متولی کو اپنا جانشین مقرر
 کرنے کا مجاز کرے،

دفعہ ۵۶۔ اگر وقف نامہ میں اس کے خلاف ہدایت نہ پائی جائے۔
 تو ہر ایک متولی بستر مرگ پر اپنا جانشین نامزد کرنے کا مجاز متصور کیا جائے گا۔
 لیکن کوئی متولی اپنی زندگی میں عمدہ تولیت کسی دوسرے کو منتقل کرنے کا
 مجاز نہیں،

نوٹ۔ صرف مرنے سے کچھ قبل ہی موجودہ متولی اپنے جانشین کو نامزد
 کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی ہدایت نہ ہو۔ اگر تندرستی کی حالت
 میں وہ کسی کو نامزد کرے گا تو یہ تولیت کو منتقل کر دینے کے برابر تصور کیا جائے گا
 اور ناجائز ہوگا (دفعہ ۵۱)

موجودہ متولی کا بستر مرگ پر اپنا جانشین مقرر کرنا اس وجہ سے مناسب
 سمجھا گیا ہے کہ اس کی وفات کے بعد وقف بلا نگرانی کے نہ رہے،

دفعہ ۵۷ - (۱) عدالت کو متولی مقرر کرنے کے لئے نہایت وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اور وہ معقول وجوہات کی بناء پر موجودہ متولی کو علحدہ بھی کرنے کی مجاز ہے۔ لیکن متولی مقرر کرتے وقت عدالت حتی الامکان واقف کی مشارکاً لحاظ رکھے گی۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا واقف کے اہل خاندان میں سے کسی موزوں شخص کو متولی مقرر کرے گی،

(۲) عدالت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ واقف کے انتظام کے لئے ایک دستور العمل اور قواعد مقرر کرے،

(۳) اگر کوئی متولی فرائض تولیت انجام دینے کا اہل نہ ہو۔ تو عدالت۔ باوجود واقف کی اس ہدایت کے کہ وہ متولی علحدہ نہ کیا جائے۔ اُس کو علحدہ کر سکتی ہے،

تشریح۔ باوجود سرمایہ ہونے کے جائداد موقوفہ کی مرمت نہ کرانا متولی کی علحدگی کی معقول وجہ ہو سکتی ہے،

دفعہ ۵۸ - (۱) بقول حضرت امام محمد رحمہ۔ واقف متولی کو مقرر کر دینے کے بعد کسی وقت اُس کو علحدہ نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ وقف نامہ میں اُس نے یہ اختیار محفوظ نہ کر لیا ہو،

(۲) بقول حضرت امام ابو یوسف رحمہ۔ واقف بلا اس قسم کے اختیار کے محفوظ کئے ہوئے جب چاہے متولی کو علحدہ کر سکتا ہے،

(نوٹ) اس بارے میں حضرت امام محمد رحمہ کی رائے پر فتویٰ ہے،

دفعہ ۵۹ - متولی۔ بلا واقف یا اعدا کی اجازت کے تولیت کو نہیں چھوڑ سکتا،

(۳) متولی کی خدمات کا معاوضہ

دفعہ ۶۰۔ (۱) واقف کے لئے جائز ہے کہ وہ متولی اور اس کے جانشینوں کو مقررہ معاوضہ لینے کا مجاز کرے،

(۲) لیکن اگر متولی کے لئے وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر کیا گیا ہو تو بحرحرح پہلے متولی کے ادرو کوئی بعد والا متولی اس کی وصول یابی کا۔ بلا حکم عدالت مستحق نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وقف نامہ کی عبارت سے واقف کا انشاء اس کے خلاف نہ ظاہر ہوا ہو،

(۳) جس مقررہ معاوضہ کے لینے کا واقف نے بذریعہ وقف نامہ متولی کو مجاز کر دیا ہو وہ اسی قدر وقف کی آمدنی سے وصول کرتے کا مستحق ہوگا۔ لیکن اس وصول یابی کی وجہ سے اس کو جائداد موقوفہ میں ایسا حق حاصل نہ ہوگا کہ جائداد موقوفہ اس کے خلاف کسی ڈگری میں قرق یا نیلام کرائی جاسکے،

(۴) اگر وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو۔ تو متولی کی درخواست پر عدالت اس کو مقرر کر کے وصول کرنے کا مجاز کر سکتی ہے،

(۴) متولی کے اختیارات۔ حقوق اور ذمہ داریاں

دفعہ ۶۱۔ متولی جائز طور سے تمام وہ کام کر سکتا ہے جو جائداد موقوفہ کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے ضروری اور انتظامی لحاظ سے معقول و مناسب ہوں،

نوٹ۔ جائداد کو محفوظ رکھنے اور اس کو عمدہ حالت میں قائم رکھنے کے لئے متولی کو نہ صرف مرمت وغیرہ کرائے کا اختیار حاصل ہے بلکہ یہ اس کا فرض ہے۔ اخراجات مرمت موقوفہ علم پر منافع تقسیم کرنے سے مقدم ہیں۔ البتہ وہ محض آرائش کے طور پر غیر ضروری

اضافہ کرنے کا مجاز نہیں،
وہ جب ضرورت کارندوں کو ملازم رکھ سکتا ہے۔ کارندوں کے اختیارات متولی
کے ساتھ ختم ہوں گے،

دفعہ ۶۲۔ تا وقتیکہ وقف نامہ میں صریح اجازت موجود نہ ہو۔ کوئی متولی کسی ضرورت
کے لئے بھی وقف کے متعلق بغیر اجازت عدالت۔ قرضہ لینے کا مجاز نہیں، لیکن اگر شد
ضرورت کی وجہ سے قرضہ لے لیا ہو۔ تو ضرورت ثابت ہونے پر عدالت قرضہ جائز
ہونے کے متعلق بعد میں بھی منظوری دینے کی مجاز ہے،

نوٹ۔ بعض اوقات ایسی شد اور فوری ضروریات پیش آجاتی ہیں کہ عدالت
کی اجازت حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً مالگناری یا ٹکس ادا کرنا ضروری ہے
اور عدالت کی اجازت حاصل کرنے کا موقع نہیں اور بجز قرض لینے کے چارہ نہیں تو
ایسی صورتوں میں عدالت بعد میں بھی منظوری دیدیتی ہے،

دفعہ ۶۳۔ بلا صریح ہدایت کے۔ یا بلا عدالت کی اجازت کے۔ متولی
جائداد موقوفہ کو فروخت یا کسی دیگر طریقہ سے منتقل کرنے کا مجاز نہیں،
نوٹ۔ دفعہ ۲۱ رسالہ ہذا۔ دیزٹرٹ ایکٹ کی دفعہ ۶۳ ملاحظہ ہو،

دفعہ ۶۴۔ اگر جائداد موقوفہ سکتی ہو۔ تو متولی اس کو زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لئے
اور اگر زرعی ہو تو تین سال کے لئے لگان پر دینے کا مجاز ہے۔ اس سے زیادہ عرصہ کے لئے
عدالت کی اجازت ضروری ہے،

(۵) بلا کسی استحقاق کے جائداد موقوفہ کا انتظام کرنا
دفعہ ۶۵۔ اگر کوئی شخص بلا کسی استحقاق و اختیار کے۔ جائداد موقوفہ کا انتظام کرنے لگے۔ تو وہ
قانون کی نگاہوں میں امین (ٹرسٹی) سمجھ لیا جائیگا اور تمام افعال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہوگا،

قانون میعاد متعلقہ اوقاف

اہم اور قابل توجہ ترمیمات

۱۹۲۹ء۔ یعنی قانون میعاد ایکٹ نمبر ۹ سنہ ۱۹۲۹ء میں ترمیمات

ہونے سے قبل۔ اوقاف کے متعلق بھی تقریباً وہی میعاد متعلق تھی جو معمولی جائیدادوں کے لئے مقرر تھی۔ یعنی اگر جائیداد موقوفہ کا متولی یا مہتمم اس کی آمدنی بجائے اعراض وقت میں صرف کرنے کے ناجائز طور پر صرف کر دیتا یا خورد برد کر دیتا تھا تو تین سال کے اندر اندر اس پر دعوے دائر ہو سکتا تھا۔ بعد تین سال کے اس رقم کے متعلق کوئی چارہ جوئی بوجہ تہادی نہ ہو سکتی تھی۔ اسی طرح اگر خود واقف یا کوئی متولی جائیداد موقوفہ کو ناجائز طور سے رہن کر دیتا یا کسی کو بیع کر دیتا تھا تو اس کی واپسی کے لئے رہن یا تاریخ بیع سے ۱۲ سال کے اندر اندر دعوے دائر کیا جاسکتا تھا۔ ۱۲ سال گزر جانے کے بعد بوجہ تہادی کوئی دعویٰ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن قانون میعاد میں اوقاف کے متعلق جو جدید ترمیمات ایکٹ نمبر ۱۹۲۹ء (دیکھو سرکاری گزٹ صوبہ متیہ حصہ شہر صفیہ پور مورخہ ۲ مارچ ۱۹۲۹ء) کے ذریعہ سے کی گئی ہیں وہ نہایت اہم اور فائدہ رساں ہیں۔ اور ان ترمیمات نے اوقاف کو بہت بڑی حد تک خطرات اور تباہی سے محفوظ کر دیا ہے۔ یعنی اب اگر کوئی متولی جائیداد موقوفہ کی آمدنی ناجائز طور پر صرف کرے یا خورد برد کر دے تو متولی کے خلاف، اس کے متعلق نالشس دائر کرنے کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ ہر وقت نالشس دائر کی جاسکتی ہے اور متولی مذکور تہادی کا کوئی

مخدر نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی متولی یا اہتمم جائیداد موقوفہ کو بذریعہ رہن یا بیع منتقل کرے تو اس نوعیت کے انتقال کی منسوخی کے لئے ۱۲ سال کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ لیکن یہ میعاد تاریخ انتقال سے شمار نہیں کی جائے گی بلکہ مدعی کو "علم" ہونے کی تاریخ سے شروع ہوگی۔ اسی طرح جائیداد موقوفہ کی واپسی کی نالاش کے لئے بھی ۱۲ سال کی میعاد تاریخ انتقال سے نہیں بلکہ منتقل کرنے والے کی موت۔ استعفا یا علیحدگی کی تاریخ سے شروع ہوگی۔ ران ترمیمات کی وجہ سے جن کے متعلق ہمارے قابلِ فخر بزرگ عالی جناب آنریبل جسٹس سر شاہ محمد سلیمان صاحب بہادر جج عدالتِ عالیہ الہ آباد کی کوششوں کا بھی بہت کچھ دخل ہے، بہت سہولیت ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں جو تشریحات آنریبل جج صاحب موصوف نے فرمائی ہیں وہ انگریزی رسالہ "اسٹار الہ آباد مورٹور" ۱۶ دسمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہیں۔ جن کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہیں۔

۱۔ خلاصہ قانون مع ضروری نوٹ

نوٹ۔ رسالہ ہذا میں قانون وقف علی الاولاد کے متعلق تامل ضروری اہول و مسائل شرعیہ حتی الامکان تفصیل کے ساتھ بیان کرئے گئے ہیں۔ اب ہم ان تمام سئلوں کو سلسل طریقہ پر نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو ایک نگاہ میں ضروری واقفیت حاصل ہو جائے۔ لیکن محض اس خلاصہ کا مطالعہ ناکافی ہے۔ مسائل شرعی تو ناقابل ترمیم ہیں۔ لیکن چونکہ خود فقہاء میں بعض فروعی مسائل میں خفیف اختلافات ہیں۔ اس لئے عدالتیں بعض اوقات ان میں سے کسی ایک کی رائے کو ماننے ہوئے دوسرے کی رائے کو (خواہ اسی کی رائے پر فتویٰ ہو) نظر انداز کر دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر وقف نامے ان خفیف اختلافات کی بنا پر بعد میں منسوخ یا ناقص قرار دیکے جاتے ہیں۔ اور واقف کا اصلی منشا رفوت ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے فروعی اختلافات رسالہ ہذا کے بغیر مطالعہ سے معلوم ہو جائیں گے۔ یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مسلمانوں کے تین اماموں یعنی حضرت امام ابو حنیفہ ر۔ج۔ حضرت امام محمد ر۔ج۔ اور حضرت امام ابو یوسف ر۔ج۔ میں سے تقریباً تمام مسائل میں حضرت امام ابو یوسف ر۔ج۔ کی رائے تمام اسلامی دنیا میں متفقہ طور سے صحیح مانی گئی ہے اور ان ہی کی رائے پر عمل درآمد ہے لیکن فروعی اختلافات کی بنا پر عدالتوں کے رجحان کو مد نظر رکھتے ہوئے مولف کی ناچیز رائے میں یہ ہر لحاظ سے بہتر ہے کہ تحریر وقف نامہ کے وقت اس کو ہر ایک فقہ کی رائے کے مطابق کر دیا جائے تاکہ اس کے ناقص ہو جانے کا کوئی احتمال ہی نہ رہے اس منشا کو ظاہر کرنے کے لئے ہم ایک مثال پر قناعت کرتے ہیں۔ مثلاً۔ مداوت (بیمہنگی) وقف کی ایک اہم ترین قانونی خصوصیت ہے یعنی وقف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہونا چاہئے نہ کہ کسی مقررہ یا محدود زمانہ کے لئے، حضرت امام ابو یوسف ر۔ج۔ کے نزدیک اس (مداوت بیمہنگی) کا صاف اور صریح الفاظ میں ظاہر کرنا ضروری نہیں۔ لیکن حضرت امام محمد ر۔ج۔ کے نزدیک اس کا اظہار الفاظ میں کرنا ضروری ہے، فتویٰ حضرت امام ابو یوسف ر۔ج۔ کی رائے پر ہے لیکن اگر صاف الفاظ میں تحریر کر دیا جائے کہ وقف ہمیشہ کے لئے کیا گیا ہے تو یہ دونوں فقہاء کی رائے کے مطابق ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت امام ابو یوسف ر۔ج۔ کی رائے کا منشا صرف یہ ہے کہ اس خصوصیت کا الفاظ میں ظاہر کرنا لازمی امر نہیں ہے۔ گویا الفاظ میں اگر ر۔ج۔ کا

اظهار کر دیا جائے تو کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق عمل کرنا مناسب ہے۔ قبائلی نو بیسوں کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ کسی وقت نامے کے جائز یا ناجائز ہو جانے کا ان کے طرز تحریر پر بہت زیادہ انحصار ہے،

۲۔ خلاصہ قانون

۱۔ وقف کے معنی | ”وقف“ کے لغوی یا لفظی معنی ہیں ”باندھنا“ یا ”رکنا“۔ قانونی اصطلاح میں اس کے معنی کسی مخصوص جائداد کو کسی کار خیر کے واسطے ہمیشہ کے لئے فی سبیل اللہ

بذکر کر دینے کے ہیں۔ محض لفظ ”وقف“ کا استعمال اس مقصد کو ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اس لفظ کا استعمال کرنا لازمی نہیں۔ اگر تمام عبارت سے وقف کرتے کی غرض ظاہر ہوتی ہو تو کافی ہے۔ بشرطیکہ (دوہوں حالتوں میں) وقف کو مکمل کرنے کے لئے جو شرائط ضروری ہیں۔ ان کی تکمیل کر دی گئی ہو۔ الغرض وقف قائم کرنے کے لئے کسی خاص جملہ فقرہ۔ یا عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل چیز منشا، وقف ہے۔ خواہ اس کا اظہار کسی طریقہ سے کیا جائے،

۲۔ وقف کون کر سکتا ہے؟ | ہر وہ شخص جو (۱) جائداد کا مالک ہو اور جس کو اس کے منتقل کرنے کے متعلق قطعی اختیارات حاصل ہوں۔ اپنی جائداد کو وقف کرنے کا مجاز

ہے۔ بشرطیکہ وہ (۲) اپنی خوشی سے ایسا کرے۔ کسی دباؤ یا مجبوری سے ایسا نہ کرے (۳) اس کا بالغ و عاقل ہونا بھی لازمی ہے۔ یعنی وہ اپنی عمر کے (خواہ مرد ہو یا عورت) ۱۸ سال پورے کر چکا ہو۔ اور اگر کبھی عدالت سے اس کا ولی زیر ایکٹ نمبر ۱۸۹۹ء مقرر ہو چکا ہو۔ تو ۲۱ سال پورے کر چکا ہو۔ بعض اوقات جن نابالغان کے ولی دوران مقدمہ ضابطہ دیوانی کی رو سے مقرر کئے جاتے ہیں وہ بھی ۱۸ سال ہی کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ کوئی فاتر العقل یا پاگل شخص وقف نہیں کر سکتا۔ (۴) اس کی صحت بھی معمولی ہونی چاہئے۔ یعنی وہ ”مرض الموت“ میں مبتلا نہ ہو۔ اگر مرض الموت کے دوران میں وقف کیا جائے گا تو اس پر وصیت کا اطلاق ہو گا (۵) کبھی ضروری ہے کہ واقف مقروض نہ ہو۔ یعنی اگر وہ قرضہ نہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور جائداد کو وقف کرنے کا نتیجہ ہو کہ اس کے قرضخواہوں کا قرضہ وصول نہ ہو سکتا ہو۔ تو وہ وقف ناجائز ہو جائیگا۔ اور قرضخواہ وقف کو منسوخ کر کے اس سے اپنا قرضہ وصول کر سکیں گے۔

۳- اغراض وقف | ہر ایک کا خیر کے لئے وقف کیا جاسکتا ہے۔ مذہب اسلام میں امور خیر کو نہایت وسعت حاصل ہے۔ ہر ایک وہ غرض جس سے کسی مخصوص فرد، مخصوص افراد،

کسی خاص جماعت، یا بنی نوع انسان کو عام طور سے فائدہ پہنچ سکے۔ شرعاً کار خیر میں داخل ہے مساجد، سرائیں، مسافر خانے، محتاج خانے، قائم کرنا یا ان کے لئے جائداد وقف کرنا، یا ہسپتال یا پل وغیرہ تعمیر کرنا یا ان کے لئے جائداد وقف کرنا۔ مصالح عامہ کی ہیں آتا ہے اور کار ثواب ہے

۴- اپنی اولاد، اہل خاندان | اپنی اولاد، اولاد دور اولاد، نسل، اہل خاندان یا اعزاء اور اقربا، یا اقربا وغیرہ کے لئے وقف کرنا کے لئے وقف کرنا صرف جائز ہے۔ بلکہ دیگر اوقاف کے مقابلہ بہترین کار خیر ہے میں فوقیت رکھتا ہے، اس میں خود اوقف کی اولاد، اور اولاد کی اولاد

نسل بعد نسل، بشمول مرد و عورت، اولاد پسر ہی و دختر ہی، خاندان کے دیگر افراد، اعزاء، اقربا، بالغ و نابالغ، غرضیکہ سب لوگ شامل ہیں۔ (تفصیل کے لئے رسالہ ہذا کا متعلقہ حصہ دیکھئے) لیکن واقف خود اپنے لئے اسی حالت میں وقف کر سکتا ہے جب کہ دو فرقہ حنفی کا پیر و ہونا

وقف کی اہم ترین قانونی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے۔ ۵- مادہ مست یا ہمیشگی | اگر کسی مقررہ یا محدود زمانہ کے لئے کیا جائے گا۔ تو وہ وقف، وقف ہی نہ ہوگا۔

جو وقف امور عامہ یا بنی نوع انسان کے لئے کئے جاتے ہیں وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یعنی وہ غرض ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ لیکن وقف علی الاولاد اور ایسے تمام دیگر اوقاف کی حالت جو اعزاء، اقربا، یا کسی مخصوص فرد، افراد یا جماعت کے لئے کئے جائیں، ان سے مختلف ہوتی ہے، یعنی اولاد کا سلسلہ

نسل کبھی نہ کبھی منقطع ہو جائے گا قوی احتمال ہوتا ہے۔ پس ایسی صورت میں جائداد موقوفہ کی آمدنی کا کسی دیگر مستقل نوعیت کے کار خیر میں صرف ہونا وقف کے جواز کے لئے لازمی ہے۔ مثلاً مساکین، محتاج خانوں، ہسپتالوں، اور دیگر مصالح عامہ پر خرچ کیا جانا۔ اس اصول پر تو تمام فقہاء متفق ہیں۔

لیکن اختلاف محض ان مستقل اغراض کے اٹھا کر کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔ حضرت امام ابو یوسف کی رائے تو یہ ہے کہ سلسلہ نسل یا افراد وغیرہ کے منقطع ہو جانے کے بعد آمدنی مساکین کی پرورش پر صرف ہونے لگے گی۔ خواہ اس کی صراحت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ اور صراحت نہ کرنے کی وجہ سے

خود وقف میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا اور وقف جائز اور قابل نفاذ ہوگا۔ اسی پر متفق فتویٰ ہے اور ایک نمبر ۱۳۶ کا بھی یہی منشا ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سلسلہ نسل یا افراد منقطع ہو جانے کے بعد جس مستقل غرض میں آمدنی کا صرف کرنا مد نظر ہو۔ اس

غرض کی صاف الفاظ میں صراحت کرنی قانوناً لازمی ہے۔ اگر صراحت نہ ہوگی تو وقف ناجائز ہوگا۔ ہمارے نزدیک یہ بہت اہم ہے کہ سلسلہ افراد منقطع ہو جانے کے بعد جس مستقل نوعیت کی غرض یا اغراض پر واقف آمدنی کا صرف کیا جاسکے صاف اور صریح الفاظ میں اس کا اظہار کر دیا جائے۔ صاف الفاظ میں اظہار کر دینے سے کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اور اس میں حسب نشار واقف اس غرض کا بھی اظہار کیا جاسکتا ہے۔ جس پر واقف صرف کرانے کا خواہش مند ہو۔ عدالتوں کے اختلافات کو مد نظر رکھتے ہوئے محفوظ ترین یہی ہے کہ اظہار کر دیا جائے،

۶۔ وقف مکمل ہو جانے کا وقف مکمل ہو جانے کے بعد جائداد کی سابقہ حیثیت اور نوعیت بدل جاتی قانونی نتیجہ ہے۔ اور (۱) واقف اس کا مالک نہیں رہتا بلکہ معمولی طور سے خداوند تعالیٰ اس کا مالک ہو جاتا ہے (۲) صرف جائداد موقوفہ کی آمدنی اغراض وقف میں صرف ہو سکتی ہے اور اصل جائداد محفوظ ہو جاتی ہے (۳) بعد وقف جائداد موقوفہ بند لیم بیع۔ ہبہ۔ رہن وغیرہ نقل نہیں ہو سکتی۔ اور (۴) اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے،

۷۔ متولی کا تقرر حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف کے جواز کے لئے متولی کا تقرر یا اس کو قابض اور اس کو قابض کرنا اگر لازمی نہیں۔ لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک وقف ناجائز ہوگا جب تک متولی مقرر نہ کر کے اس کو قابض نہ کیا جائے گا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے پر فتویٰ ہے لیکن الابدان یا ایکٹ حضرت امام محمدؒ کی رائے کو مانتی ہے۔ یعنی اگر وقف نامہ میں متولی کو نامزد نہ کیا جائے اور نیز اگر قبضہ نہ دیا جائے تو وقف مشروع ہی سے ناجائز ہوگا۔ ہماری ناچیز رائے میں مناسب ہے کہ دونوں مشرط پوری کر دی جائیں یعنی متولی بھی نامزد کر دیا جائے اور اس کو قابض بھی کر دیا جائے۔ بصورت دیگر وقف نامہ کے منسوخ ہو جانے کا احتمال ہے۔ قبضہ کی نوعیت کیا ہو۔ اس کے لئے رسالہ کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو۔ خود واقف بھی متولی ہو سکتا ہے۔

۸۔ موقوف علیہم وراثت میں ترک تقسیم ہونے کے متعلق جو اصول مقرر ہیں۔ ان کا اطلاق موقوف علیہم میں تقسیم آمدنی میں آمدنی تقسیم کرنے میں نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض وراثت میں مقررہ حصے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور عموماً مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہوتا ہے۔ بعض وراثت بطور عصبہ بچا ہوا ترکہ پاتے ہیں۔ اور بعض قطعی محروم ہو جاتے ہیں۔ وقف کی آمدنی کے تقسیم ہونے کا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اگر حصہ کشی کے متعلق واقف کی کوئی ہدایت نہ ہو تو تمام موقوف علیہم میں آمدنی بھٹہ برابر تقسیم کی جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے رسالہ ہذا کا حصہ متعلقہ ملاحظہ کیجئے،

۳۔ تولیت

۹۔ متولی کا تقرر ضروری ہے | حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جن کی رائے پر فتویٰ ہے کسی وقت کے لئے متولی کا تقرر ضروری نہیں۔ لیکن جیسا کہ مدعی مذکورہ بالا میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ نظائر کے لحاظ سے متولی کا تقرر لازمی معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ متولی کے تقرر کا اختیار کس کے ہے؟ اپنی زندگی میں واقع حسبِ صحت جس کو چاہے اور جب چاہے متولی مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ بلا متولی مقرر کئے ہوئے فوت ہو جائے۔ اور تقرر متولی کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ ہو تو اس کے وصی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اگر کوئی وصی بھی نہ ہو تو حاکم وقت (یعنی ڈسٹرکٹ جج) کو یہ اختیار حاصل ہے۔

۱۱۔ کون متولی مقرر کیا جاسکتا ہے | متولی ہونے کے لئے (۱) بالغ و عاقل ہونا لازمی شرط ہے۔ اس کے لئے مسلمان ہونا لازمی شرط نہیں۔ عورت بھی متولی

ہو سکتی ہے،

۱۲۔ متولی کی علقہ کی | اگر واقعہ نے کسی شخص کو بطور متولی مقرر کر دیا ہے تو بعد میں خود واقعہ بھی اس کی علقہ کرنے کا قانوناً مجاز نہیں۔ تا وقتیکہ اس نے وقت کرتے وقت یہ اختیار اپنے لئے محفوظ نہ کر لیا ہو۔ لیکن حکم وقت متولی کی بددیانتی یا بدانتظامی کی حالت میں ہر وقت متولی کو علقہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ خواہ واقعہ نے یہ شرط لگا دی کہ متولی کسی حالت میں علقہ نہ کیا جاسکے گا۔

۱۳۔ ایک متولی کے بعد مقرر شدہ متولی کے بعد دوسرا متولی وقت نامہ کی ہدایات کے مطابق دوسرے کا تقرر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر وقت نامہ میں اس کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ ہو۔ تو متولی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے مرنے کے وقت کسی شخص کو مقرر کرے۔ صحت اور تندرستی کی حالت میں اس کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بجائے کسی دوسرے کو مقرر کر دے۔ ماں اگر ضعیف العمری کی وجہ سے وہ انتظام کرنے کے ناقابل ہو جائے تو البتہ وہ اپنا جانشین مقرر کرنے کا مجاز ہے۔

۱۴۔ متولی مقرر کرنے میں | اگر متولی کے مقرر کرنے کے لئے واقعہ کی ہدایات موجود ہوں۔ تو ان پر سختی ہدایات کی پیروی سے غلطی نہ ہونا ضروری ہے۔ واقعہ کی ہدایات کے خلاف متولی کا تقرر کسی

حالت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تولیت کے لئے واقف کا کوئی رشتہ دار مل سکتا ہو۔ اس وقت تک بالعموم کسی اجنبی شخص کو مستولی مقرر نہیں کرنا چاہئے۔

۱۵۔ مستولی کے اختیارات | مستولی کو جائداد موقوفہ کی کفالت پر فرض لینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ نہ جائداد کو منتقل کر سکتا ہو تا وقتیکہ ان امور کے متعلق وقف نامہ میں صریح ہدایات موجود نہ ہوں۔ ہاں اگر وقف کے قائم رکھنے کیلئے یا وقف کے فائدہ کیلئے ایسا کرنا ضروری ہو جائے تو بیع کی اجازت سے ایسا کیا جاسکتا ہے،

۱۶۔ انتظامی امور میں | حاکم وقت کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے واقف کوئی منشا کے مطابق وقف کا انتظام حاکم وقت کے اختیار میں کرے۔ لیکن اگر واقف کی ہدایات پر عمل کرنے سے وقف کے انتظام یا قیام میں خلل یا نقص پیدا ہو نہ سکا احتمال ہو۔ یا وقف میں زوال آئے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں حاکم وقت (بیع) کو اختیار حاصل ہے کہ وہ واقف کی ہدایات کو نظر انداز کر کے جو طریقہ مناسب ہو۔ اس پر عمل کرے۔ یا عمل کو بیکی ہدایت کرے۔ فقط۔

۴۔ وقف ناموں کے لئے اسٹامپ

جائداد موقوفہ کی مالیت کے مطابق حسب ذیل قیمتوں کے اسٹامپ پر وقف نامہ جات تحریر ہونے چاہئیں۔
اگر جائداد موقوفہ کی مالیت غلہ سے زیادہ نہ ہو۔ تو وقف نامہ ۲۰ کے اسٹامپ پر ہونا چاہئے۔

۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰
۱۱	۲۱	۳۱	۴۱	۵۱	۶۱	۷۱	۸۱	۹۱	۱۰۱
۱۲	۲۲	۳۲	۴۲	۵۲	۶۲	۷۲	۸۲	۹۲	۱۰۲
۱۳	۲۳	۳۳	۴۳	۵۳	۶۳	۷۳	۸۳	۹۳	۱۰۳
۱۴	۲۴	۳۴	۴۴	۵۴	۶۴	۷۴	۸۴	۹۴	۱۰۴
۱۵	۲۵	۳۵	۴۵	۵۵	۶۵	۷۵	۸۵	۹۵	۱۰۵
۱۶	۲۶	۳۶	۴۶	۵۶	۶۶	۷۶	۸۶	۹۶	۱۰۶
۱۷	۲۷	۳۷	۴۷	۵۷	۶۷	۷۷	۸۷	۹۷	۱۰۷
۱۸	۲۸	۳۸	۴۸	۵۸	۶۸	۷۸	۸۸	۹۸	۱۰۸
۱۹	۲۹	۳۹	۴۹	۵۹	۶۹	۷۹	۸۹	۹۹	۱۰۹
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۱۱۰

اگر جائداد ایک ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہو۔ تو ایک ہزار روپیہ کے بعد ہر صہار یا اس کے جوڑ کی مالیتی جائداد پر ایک اسٹامپ کی پیشی ہوتی چلی جائے گی۔

(۵) مدینہ (مجنور) ... نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ عوام کے لئے نہایت مفید اور قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ اس رسالہ میں نہایت سلیس اور آسان زبان کے ساتھ وہ تمام فقہی مسائل حل فرمائے ہیں۔ جو قانون وراثت سے واسطہ رکھتے ہیں۔ اُمید ہے کہ برادران اسلام اس کی قدر کریں گے۔“

(۶) اہل بیت (امت سر) ... مختصر مگر قابلانہ بحث ہے۔۔۔“

(۷) انگورہ (امت سر) ... عربی میں تو اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اردو زبان بھی اس سے خالی تھی ... وکیل ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر اردو اہل سنت والجماعت سپیک کے لئے بھی اس مشکل کو حل کر دیا۔۔۔“

(۸) وکیل (امت سر) ... اردو زبان میں اس موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے۔۔۔“

(۹) کانگریس (دہلی) ... حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر کتاب کو مرتب کر کے اک بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اور بڑی مشکل کو حل کر دیا ہے۔۔۔“

(۱۰) معارف (اعظم گڑھ) ... باوجود اختصار مسائل کی کافی توضیح ہے۔ رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی قانون کے طرز پر دفعہ وار لکھا گیا ہے۔۔۔“

(۱۱) مہکت (میرٹھ) ... اس رسالہ نے اہل تشن کی ایک بڑی ضرورت پوری کر دی۔۔۔“

مذق مؤلف نے ایک اہم خدمت انجام دے کر قوم پر احسان کیا ہے طرز بیان صاف اور سلیجھا ہوا۔ توضیحات اور تمثیلات سے تمام اصولی مسائل وراثت و شفعہ کے اس مختصر میں جمع ہیں۔ اس لئے اس کو ”دہریا بکوزہ“ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔“

(۱۲) کانفرنس گنٹ (علی گڑھ) ... یہ رسالہ درحقیقت نہایت محنت سے مرتب کیا گیا

ہے جس میں مؤلف نے اسلامی مسائل وراثت کو صحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آخر میں شفعہ کے مسائل لکھے ہیں اور عمدہ طریقہ سے لکھے ہیں۔ مسائل کا تجربہ خوبی سے کیا ہے اور

ان کو دفعہ وار ترتیب کے ساتھ لکھا ہے۔۔۔“

(۱۳) رہنما (مراد آباد) ... یہ ایک نہایت مفید کتاب ہے جس میں کو نہایت مفصل عام فہم اور آسان طریقہ

پر درج کیا ہے۔۔۔“

(۱۱۶) خاتر تعلیم (لاہور)

کے نہایت آسان اور سلیس اردو میں لکھ کر ملک پرگنہ قدر احسان کیا ہے...

(۱۱۵) مینو ونسپل گھرٹ (لاہور)... ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر کتاب ہے...

(۱۱۶) ہندوی (دہلی)... یہ کتاب ہماری قابل دوست... کی ایک گر انقدر اور بے حد مفید تصنیف ہے...

ہے یہ مسلمانوں کے قانون وراثت ایک ایسی اہم چیز ہے جس کے سمجھنے اور جاننے کی ہر فرزند توجیہ کو ہر وقت ضرورت ہے...

زہتی ہے... جناب حنیفی نے ان ہی مشکلات کے پیش نظر اس کتاب کو پوری دلیغ سوزی اور لیاقت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اور اس قدر آسان عام فہم اور سلیجھی ہوئی زبان میں پیش کیا ہے کہ معمولی پڑھے لکھے

حضرت بھی اسے سمجھ سکتے ہیں... ہمارے نزدیک کتاب بہت قابل قدر اور مفید ہے۔

(۱۱۷) سر ریاست (دہلی)... عام فہم اور آسان زبان میں مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں اس کو بہت محنت اور کاوش کرنی پڑی ہوگی۔ تمام مطالب کو مفصل اور آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

عالیجناب مولانا مولوی جمیل الرحمن صاحب، مدیر القاصم، و ستم دار العلوم دیوبند و عالیجناب مولوی مبارک حسین صاحب، محمودی۔ عالیجناب مولوی سید محمد حسام الدین صاحب کی خوبی کی تصدیق فرمائی ہے۔

چونکہ دیوبندی میں صرف زیادہ ہوتا ہے اس لئے ۹ کے نمک ارسال فرمائیے۔ ورنہ تم سے کم

۵ جلدیں بذریعہ وی۔ پی منگائیے۔

پہلا ایڈیشن قریب ختم کے ہے۔ اسلئے جلدی کیجئے۔ بہترین ہر کہ اپنے کتب فروش کی معرفت

دفتر قانون وراثت۔ باب اعلیٰ۔ شہر میرٹھ

کوئی صاحب تصدیق نہ فرمائیں۔ بلکہ ہر دو کتاب "قانون وراثت علی الاولاد" اور قانون

کی جس قدر جلدیں مطلوب ہوں، بولف سے براہ راست یا اپنے کتب فروش کی معرفت

طلب فرمائیں۔ زیادہ جلدوں کے خریداری سے رعایت کی جائیگی۔

خط و کتابت ہوتی ہے۔

